

(ترک رفع یدین کی)

حق تو یہ ہے

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

# تحقیق کے آئینے میں

مؤلف:

مناظر اسلام حضرت علامہ ابواسامہ ظفر القادری بکھروی (بی۔ اے)

فاضل علوم اسلامیہ

خطیب مرکزی جامع مسجد فیضان علی نیو سموں واہ کینٹ

تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی



## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

ترک رفع یدین کی حدیث  
عبد اللہ بن مسعود تحقیق کے آئینے میں  
مناظر اسلام ابواسامہ علامہ ظفر القادری بکھروی  
ظفر محمود قریشی سلطانی (Cell.0302.5122663)

نام کتاب

مصنف

کمپوزنگ

تاریخ اشاعت

تعداد

ناشر



## ﴿---انتساب---﴾

”میں اپنی اس تحریر کو جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام منسوب کرتا ہوں۔ کہ جن کے فیض سے بڑی بڑی ہستیاں جگمگا اٹھیں۔ اللہ تعالیٰ انکا فیض تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ اور انکے رستے پر چلتے ہوئے اللہ رب العزت ہمیں انعام یافتہ لوگوں میں شامل فرمائے۔

آمین! ثم آمین۔

ابواسامہ ظفر القادری بکھروی

Cell.0344.7519992

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



## تعارف مصنف

### ظفر محمود قریشی سلطانی

تحقیق و تصنیف کی دنیا میں ان تھک محنت اور سچی لگن کے حامل فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا ظفر القادری بکھروی ایک جانا پہچانا نام ہے۔ آپ نے بہت کم وقت میں اس میدان میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اور اہل علم و اہل قلم کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی ہے۔ اہل سنت و جماعت کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس میں بے شمار ایسے نابغہ روزگار پیدا ہوئے جنکے نام کا ڈنکا صبح قیامت تک بجتا رہے گا۔ جنہوں نے اپنے قلم کی طاقت سے ایک زمانے کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا۔ اسی راہ حق کے شہیدوں میں علامہ موصوف نے بھی اپنا نام لکھوا دیا ہے۔ علامہ ظفر القادری عقیدہ حق اہل سنت و جماعت کی اشاعت و ترویج میں شب و روز مصروف ہیں۔

یوں تو اللہ پاک نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے لیکن آپ بالخصوص فقہ حنفی اور اسکی جزئیات پر فی الوقت بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ فقہ حنفی اور اکابرین احناف کی خدمات یہ ایک بہت وسیع اور مشکل موضوع ہے لیکن علامہ موصوف کی اس حوالے سے جو خدمات ہیں وہ لائق صد تحسین ہیں۔ فقہ حنفی اور اکابرین احناف کے مسلک پر مخالفین کے بے جا اعتراضات کا دفاع جس طرح آپ فرماتے ہیں وہ آپ کا ہی خاصہ ہے۔ آپ کے دلائل سن کر مخالفین کو سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ سرزمین واہ کینٹ میں آپ کا وجود مسعود واہ کینٹ کے غیور مسلمانوں کے لیے اللہ پاک کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ پاک نے علامہ صاحب کے قلم کو وہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ جس مسئلے پر لکھنا شروع کرتے ہیں تو کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ مخالفین اہل سنت بالخصوص غیر مقلدین جو وقتاً فوقتاً فقہ حنفی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بے جا اعتراضات کرتے رہتے ہیں اور عوام الناس کو احناف سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ علامہ ظفر القادری صاحب ایسے نام نہاد مفکروں کا ناطقہ اس طرح بند کرتے ہیں کہ کسی سے کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔

محترم علامہ صاحب 24-10-72 کو بکھر بار تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم ایک درویش منش انسان ہیں اور امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان ساکن و مدفن بریلی شریف انڈیا رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کا شہرہ آفاق ترجمہ قرآن کنز الایمان بڑے شوق و محبت سے پڑھتے ہیں۔ علامہ موصوف نے بکھر بار سے مڈل تک تعلیم حاصل کی پھر سرگودھا بورڈ سے میٹرک اور ایف اے کے امتحانات اعلیٰ نمبروں سے پاس کیے۔ نامساعد حالات کی بنا پر آپ نے گورنمنٹ ملازمت اختیار کر لی۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے درس نظامی کی ڈگری حاصل کی اور پھر یہیں سے گریجویشن کیا۔ کچھ عرصہ انور انسٹیٹیوٹ نواب آباد واہ کینٹ میں علامہ پروفیسر مسعود صاحب کے پاس ترجمہ و تفسیر اور صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازیں علامہ مفتی سردار علی خان صدر مدرس جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ اور علامہ مفتی عبدالسلام قادری خطیب جامع مسجد قمر الاسلام 2F واہ کینٹ سے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔

برصغیر پاک و ہند کی دو عظیم علمی اور روحانی شخصیات امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی اور غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کی آئیڈیل شخصیات ہیں۔ ان بزرگوں کی علمی جلالت اور فقہی بصیرت اور طرز استدلال سے آپ بہت متاثر ہیں اور انکی تحقیق کو ہر معاملے میں اپنے پیش نظر رکھتے ہیں اور ان عظیم مجاہدوں کی تصنیفات سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ علامہ موصوف ملازمت کیساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر تصنیف و تالیف کے علاوہ مسجد محمدیہ 21 ایریا مارکیٹ واہ کینٹ میں امامت اور جامع مسجد فیضان علی نیو سٹوں واہ کینٹ میں خطابت کے فرائض بحسن خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ اسکے علاوہ شہر کے مختلف مقامات پر درس قرآن مجید و تفسیر قرآن پاک کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ شیخ طریقت امیر اہلسنت مظہر اعلیٰ حضرت علامہ پیر محمد الیاس قادری عطاری دامت برکاتہم سے سلسلہ عالیہ قادریہ عطاریہ میں بیعت اختیار فرمائی اور غلامان امام احمد رضا خان



قادری محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ مختلف اسلامی موضوعات پر آپ کے کئی رسالے منظر عام پر آ چکے ہیں جن سے عوام و خواص بھرپور مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

اکثر و بیشتر مختلف عقائد و مذہب کے افراد سے آپ کی گفتگو ہوتی رہتی ہے اور اللہ پاک ہمیشہ آپ کو کامیاب و کامران رکھتا ہے۔ المختصر یہ کہ آجکل آپ ایک عظیم کام صحاح ستہ کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی مختصر شرح لکھنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اہل ثروت حضرات کو چاہیے کہ وہ اس عظیم کام کو پایا تکمیل تک پہنچانے میں آپ کا ہاتھ بٹائیں۔ سر دست آپ کی یہ کتاب جو ترک رفع یدین کے حق میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث پر نادر تحقیق بنام ”حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تحقیق کے آئینے میں“ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جو نہ صرف اس حدیث پاک پر غیر مقلدین کے مشہور عالم حافظ زبیر علی زئی ضلع انک پاکستان کے جاہلانہ اعتراضات کا عالمانہ جواب ہے بلکہ ساتھ ساتھ اس حدیث سے متعلق حافظ صاحب کی کتر بیونت کی قلعی بھی کھولی ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے صحیح و مستند ہونے پر تابعین و محدثین کے اقوال بھی پیش کیے ہیں اور اسماء الرجال سے متعلق قیمتی معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کا زور علم و قلم مزید زیادہ فرمائے اور آپ کو تادیر خدمت دین کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

طالب دعا خاتمہ بالا ایمان

ظفر محمود قریشی سلطانی

مکتبہ فیضان سنت دوکان نمبر 28 پی۔ او۔ ایف واہ کینٹ

Cell.0302.5122663



## کلمات تحسین

از قلم: مناظر اعظم مجاہد اسلام فخر اہل سنت حضرت علامہ پروفیسر

سعید احمد اسعد (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے جنہیں فروعی فقہی اختلاف کہا جاتا ہے لیکن انہوں نے ان اختلافات کی بنیاد پر نہ تو ایک دوسرے کی تکفیر کی نہ ہی ان مسائل کی وجہ سے امت میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ احناف کثرہم اللہ بھی ان فروعی فقہی مسائل کے متعلق اپنا نظریہ یہی رکھتے ہیں کہ (مجتہد کی خطا پر بھی اس کو ثواب ملتا ہے) انہی فروعی اختلافی مسائل میں ایک مسئلہ رفع یدین کا ہے۔ پہلے دور کے غیر مقلد مولوی صاحبان موجودہ کے غیر مقلد حضرات سے اس اعتبار سے بہتر ہیں کہ انہوں نے اس مسئلہ پر اتنا تشدد اختیار نہیں کیا جتنا کہ موجودہ دور کے غیر مقلد اختیار کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے اور اسماعیل دہلوی وغیرہ نے یہی لکھا کہ ”رفع یدین“ وغیرہ مسائل میں جھگڑا کرنے والا یا جاہل ہے یا متعصب کیونکہ ترک و رفع دونوں امور صحابہ سے ثابت ہیں۔ گویا ان کے شیخ الکل فی الکل کے نزدیک تارکین رفع کا عمل بھی صحابہ کرام کے عمل کے مطابق ہے۔ وہابیوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا کہ ہم رفع یدین کو واجب تھوڑا سمجھتے ہیں جس کیلئے دوام کی حدیث پیش کریں ہم تو اسے سنت سمجھتے ہیں یا مستحب کیونکہ سنت یا مستحب وہی ہوتا ہے جسکو نبی کریم ﷺ نے فعلہ مرۃ ترکہ آخری۔ (فتاویٰ ثنائیہ)

وہابی شیخ الاسلام کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین سنت ہے لیکن ستیاناس ہو تشدد ذہنیت کا جس نے امت کو پورا زور لگا دیا لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنی شروع کر دی کہ جی احناف تو نبی کریم ﷺ کے ہی مخالف ہیں ہم لعنت ڈالتے ہیں اُس شخص پر جو نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے۔ مگر وہابیوں نے کتاب چھاپ ڈالی جس کا نام ہی ہے ”احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف“ پھر اس طرح کے حیرت انگیز دعوے رفع یدین کے متعلق کرنے شروع کر دیئے۔

(۱) رفع یدین ضروری ہے اور ترک رفع یدین کی حدیث ضعیف ہے۔

(۲) اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے ساری زندگی رفع یدین کیا۔

اللہ تعالیٰ بھلا کرے فاضل محترم حضرت علامہ مولینا ابوالسامہ ظفر القادری بکھروی کا جنہوں نے بڑی محنت سے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے جس پر ثابت فرمایا ہے کہ ترک رفع یدین والی حدیث پاک کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے بلکہ صحیح ہے اور اسی پر عمل بہتر ہے اور جو غیر مقلدین کا موقف ہے وہ درست نہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ رسالہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مولف کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین!

سعید احمد اسعد

فیصل آباد

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



## تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر قیوم نقشبندی

ڈائریکٹر ادارہ حب رسول (طارق آباد راولپنڈی)

زیر نظر تحریر بعنوان ”حدیث عبداللہ بن مسعود تحقیق کے آئینے میں“ کے مطالعہ سے میں مصنف کی محنت و کاوش کو سراہتا ہوں کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اس موضوع پر تحقیقی کام کیا اور مستند حوالہ جات کے ذریعے جہاں عبداللہ بن مسعود کی عظمت ثابت کی وہیں فن اصول حدیث و اسماء الرجال سے متعلق معلومات فراہم کیں۔

یہ بات خصوصیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث عبداللہ بن مسعود ترک رفع یدین کیلئے کافی ہے۔ علم کی دنیا سے تعلق رکھنے والے لوگ ان واضح حقائق کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد غیر ضروری بحث سے خود بخود محفوظ ہوں گے۔  
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور تحریر کے مقاصد کو پورا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر قیوم نقشبندی

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



## عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

قارئین محترم!

اہلسنت وجماعت کے شرعی دلائل چار ہیں (۱) قرآن (۲) سنت (۳) اجماع (۴) قیاس شرعی۔ مگر غیر مقلدین کا گروہ عوام الناس کو یہ تاثر دیتا ہے کہ اہل سنت وجماعت صرف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی رائے پر جو قرآن و سنت کے خلاف ہے عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اُنکی ذاتی رائے نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن و سنت کا نچوڑ ہوتا ہے۔ یہ ہی مسئلہ لیں۔ کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہے۔ باقی پوری نماز میں نہیں تو یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مگر یہ لوگ منکر حدیث ہیں۔ کہ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اور اپنے اوپر لیل اہل حدیث کا لگا رکھا ہے۔ یہ تو آپ کتاب پڑھ کر ہی فیصلہ کریں گے۔ کہ ترک رفع یدین کی حدیث صحیح ہے کہ نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دلائل کتنے پختہ ہیں۔ اور غیر مقلدین کے دلائل سوائے ٹوٹکوں اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ اب چند ضروری باتیں نوٹ فرمائیں۔

(۱) راوی میں بنیادی طور پر دو باتوں کی تحقیق ضروری ہے۔ ایک یہ کہ وہ عادل ہو دوسرا یہ کہ وہ حافظ ہو۔ اس لیے راوی جب ہی مجروح قرار پائے گا جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ عادل نہیں فاسق ہے۔ یا یہ کہ اسکا حافظہ درست نہیں۔

(۲) بعض جارح تشدد ہوتے ہیں۔ جو معمولی باتوں پر جرح کر دیتے ہیں۔ بعض متعصب ہوتے ہیں۔ جو مختلف فیہ اسباب سے بھی ایسی سخت جرحیں کر جاتے ہیں۔ جو متفق علیہ اسباب پر ہوتی ہیں۔ اور بعض معتدل ہوتے ہیں۔ جو صرف متفق علیہ سبب جرح ثابت ہونے پر ہی جرح فرماتے ہیں۔ اور بعض متعصب ہوتے ہیں جو اپنے مذہب والوں سے درگزر کرتے ہیں۔ مگر مخالف مذہب والوں پر جرح میں بڑے دلیر ہوتے ہیں۔ اس لیے جرح میں تین باتوں کا خاص خیال رکھا جائے۔

(۱) جس پر جرح ہو رہی ہے وہ مشہور امام نہ ہو۔ مثلاً امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وغیرہ۔  
(ب) سبب جرح مفسر ثابت کرے۔ مبہم نہ ہو اور وہ سبب متفق علیہ ہو۔

(ج) جارح ناصح ہو۔ یعنی معتدل ہو۔ نہ تشدد، نہ متعصب ہو۔ چند تشدد و متعصب جارح کا بیان ملاحظہ ہو۔

(۱) ”یحییٰ بن معین، (الرفع والتکمیل ص ۱۸۷) (۲) امام حمیدی شافعی تشدد (۳) امام احمد بن حنبل حنفیوں کے خلاف تشدد تھے۔ وجہ یہ تھی۔ معتزلی حضرات چونکہ فروغاً حنفی تھے۔ اور جنہوں نے تشدد کیا وہ معتزلی ہی تھے۔ آخر عمر میں وہ تشدد برقرار نہ رہا۔

(۴) الجوز جانی (تذکرۃ الحفاظ) (۵) العقلمی المکی (میزان الاعتدال)

(۶) ابن حبان (میزان الاعتدال) (۷) ابن عدی۔ نہایت متعصب تھے۔ (میزان)

(۸) السلیمانی الشافعی۔ متعصب تھے (میزان الاعتدال) (۹) ابن جوزی

(۱۰) دارقطنی متعصب تھے (۱۱) بیہقی شافعی متعصب (۱۲) ابن تیمیہ تشدد (المیزان الاعتدال۔ ابن حجر عسقلانی حنفیوں کے خلاف تشدد تھے۔

(۱۳) ابن حزم تشدد تھے۔ وغیرہ لہذا جرح میں وضاحت کرنا ضروری ہے اور متعصب کی جرح مردود ہے۔

(۳) تواتر عملی:-

اگر کسی کام کا کرنا تواتر عملی سے ثابت ہو۔ تو دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد لکھتا ہے!

”میں کہتا ہوں جب کوئی حدیث حد تواتر کو پہنچ جائے تو پھر چھانٹ چھٹائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ روایت ہلال کے معاملہ کو دیکھیں۔ اگر ایک یا دو



دیکھیں تو شہادت لی جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کی عدالت اور ثقاہت دیکھی جاتی ہے۔ اگر جم غفیر دیکھے تو پھر جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہوتی۔“ (رسائل بہاولپوری طبع اول ص ۲۳۴)

اور پھر ص ۶۹۵ پر لکھتے ہیں!

”نماز کے سلسلے میں حدیث سے استدلال کرنے کا طریقہ بہت بعد میں شروع ہوا ہے۔ اور اسی وقت سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ اگر لوگ حضور ﷺ کے عمل کو دیکھتے جو تعامل امت کی صورت میں چلا آ رہا تھا۔ تو یہ فتنہ کبھی کھڑا نہ ہوتا۔“ پھر ص ۸۳ پر تعامل امت کا کھل کر اظہار کرتے ہیں لکھتے ہیں!

”اہل حق کے مستمر عمل کے خلاف استدلال کا راستہ گمراہی کا راستہ ہے۔ اور خطروں سے پر ہے۔ اس لیے مومن کو اس سے بچنا چاہیے لہذا اہم اہل سنت و جماعت جو صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے ہیں وہ امت کی اکثریت کا عمل ہے۔ جو نبی ﷺ سے لیکر آج تک پہنچا ہے۔ لہذا عام آدمی کو احادیث سے استدلال کرنا درست نہیں۔ خصوصاً غیر مقلدین کے عوام کو اس سے بچنا چاہیے۔ جیسا کہ انکے معتبر عالم پروفیسر عبداللہ بہاولپوری کا بیان ہے۔ اور پھر اہل سنیہ کی پہچان امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزء رفع یدین مترجم ص ۴۷ پر یہ کی ہے۔ کہ وہ پہلے ائمہ کی اقتداء کرتے ہیں۔ اور اہل بدعت کی پہچان یہ ہے۔ کہ وہ پہلوں کو چھوڑ کر پچھلوں کے پیچھے لگتے ہیں۔ اس لیے خیر القرون کے سابقین کے مقابلہ میں خیر القرون کے بعد والوں کے اقوال قبول نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ خیر القرون کے سابقین میں سے ہیں۔ اور باقی خیر القرون کے بعد کے لہذا امام اعظم علیہ الرحمہ کا طریقہ سب سے افضل ہے۔ قارئین محترم اس کتاب سے جس کو نفع حاصل ہو وہ میرے لیے میرے والدین میرے اہل و عیال کے حق میں اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کی دعا کرے۔ اور قیامت والے دن نبی ﷺ کی شفاعت کے ملنے کی بھی دعا کرے۔ اللہ رب العزت اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ابواسامہ ظفر قادری بکھروی

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



## حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدثنا هنادنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن ابن الاسود عن علقمه قال عبد الله بن مسعود الا اصى بكم صلوة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا فى مرة قال وفى الباب عن البراء ابن عازب قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة

(سند کے بعد) حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کی تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھکر نہ دکھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے۔ اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور کئی اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی بات کے قائل ہیں۔ سفيان ثوري علیہ الرحمہ اور اہل کوفہ امام اعظم علیہ الرحمہ اور آپ کے تبعین کا بھی یہی مسلک ہے۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۲ حدیث ۲۴۲ مترجم طبیع فرید بک سٹال لاہور)

## تصحیح حدیث

(۱) امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ:-

قال ابو عيسى وما ذكرنا فى هذا الكتاب حديث حسن فانما اردنا حسن اسناده عندنا كل حديث يروى لا يكون فى اسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذاً من غير وجه نحو ذاك فهو عندنا حديث حسن-

نے اس روایت کو حسن فرمایا۔ دیکھیے (جامع ترمذی عربی ج ۱ ص ۵۹) امام صاحب اپنی جامع ترمذی کتاب العلل میں فرماتے ہیں! امام ابو عیسیٰ فرماتے ہیں! ہم نے اس کتاب میں جو لکھا کہ یہ حدیث حسن ہے تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ ہر وہ مروی حدیث جس کی سند کوئی متہم بالکذب نہ ہو وہ حدیث شاذ نہ ہو وہ متعدد طرف سے مروی ہو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔ ۱۔ (جامع ترمذی مع کتاب العلل ج ۲ ص ۸۱۳ مترجم طبیع فرید بک سٹال لاہور) ب۔ شرح نخبۃ الفکر ص ۷۱ مترجم ابن حجر عسقلانی طبیع لاہور)

۲۔ امام دارقطنی علیہ الرحمہ:-

سنن دارقطنی میں باب ”ذكر نسخ التطبيق“ میں عاصم بن كليب عن عبد الرحمن ابن الاسود علقمه عن عبد الله بن مسعود کے طریق سے ”نسخ التطبيق“ کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں!

”هذا اسناد ثابت صحيح“ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۹)

یہ سند بعینہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی سند ہے۔ چنانچہ امام دارقطنی ”علل“ میں فرماتے ہیں! ”انه حديث صحيح الا هذا اللفظة و كذلك قال احمد بن حنبل وغيره“ (کتاب العلل ۵/۱ تا ۳۱۷ طبع ریاض)



بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ سوائے ”لفظ ثم لم یعد“ کے اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے۔ (بحوالہ نصب الراية ج ۱ ص ۳۹۵) مگر اس روایت میں تو ”ثم لم یعد“ نہیں ہے۔ یہ تو سند اور متن کے ساتھ امام دارقطنی کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ (۴۳) علامہ ابن حزم اور امام ابن قطان علیہ الرحمہ:-

ان دونوں حضرات کی تصحیح متعدد کتب حدیث میں نقل کی گئی ہے۔ چنانچہ ”تقریب“ اور اسکی شرح ”التقریب“ ج ۱ ص ۲۶۳ میں اور ”الدرایہ“ ج ۱ ص ۱۵۰ اور تلخیص الجبیر ج ۱ ص ۲۲۲ میں اور تزیہہ الشریعہ ج ۲ ص ۱۰۰ چنانچہ اسکے مصنف علامہ ابن عراق علیہ الرحمہ علامہ زرکشی علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

اس حدیث کو ابن حزم اور امام دارقطنی اور ابن قطان وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (تزیہہ الشریعہ ج ۲ ص ۱۰۰)

صححه ابن حزم والدارقطنی و ابن قطان وغیرہم۔

علامہ زیلعی علیہ الرحمہ امام ابن قطان علیہ الرحمہ کی تصحیح نقل کرتے ہیں!

”وقال ابن قطان والذي عندی انه صحيح“۔۔۔ الخ

امام ابن قطان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ (نصب الراية ج ۱ ص ۳۹۵) ابن حزم نے ”محلی ابن حزم ج ۳ ص ۴ پر اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح ”التعلیقات سلفیہ۔۔۔ ہے ص ۱۰۳

(۵) امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ:-

امام دارقطنی ”علل“ میں فرماتے ہیں!

بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور سوائے لفظ ”ثم لم یعد“ کے اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے بھی یہی کہا ہے۔ (نصب الراية ج ۱ ص ۳۹۵)

انه حدیث صحیح الا هذا اللفظة و كذلك قال احمد بن حنبل وغیرہ

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو بھی صرف لفظ ”ثم لم یعد“ پر اعتراض ہے باقی حدیث سند و متن صحیح مانتے ہیں۔ اور اس روایت میں وہ لفظ ہی نہیں لہذا وہ بھی اس حدیث کی تصحیح کرنے والوں میں ہیں۔ اور انکی طرف تضعیف کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ (۶) علامہ ابن قیم:-

علامہ ابن قیم اس حدیث پر معترضین کے جملہ اعتراضات کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

امام حاکم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث لمبی حدیث سے مختصر کی گئی ہے۔ اور اسکے راوی عاصم بن کلیب کی حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ امام حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ پس اسکی حدیث امام مسلم نے بطور حجت صحیح مسلم میں روایت کی ہے (لہذا اسکے ثقہ ہونے میں شک نہیں)۔ (تہذیب السنن مع مختصر السنن ج ۱ ص ۱۲۶)

وقال الحاکم خبر ابن مسعود مختصر و عاصم بن کلیب لم یخرج حدیثه فی الصحیح و لیس کما قال فقد احتج به مسلم۔۔۔ الخ



ذرا آگے لکھتے ہیں!

والا دراج ممکن فی قوله ثم لم يعد واما باقیها  
فاما ان یکون قد روی بالمعنی واما ان یکون  
صحیحاً۔

(۷) علامہ ابن دقیق العید علیہ الرحمہ:-

قال الشيخ تقى الدين فى الامام و عاصم بن  
كليب اخرج له مسلم و عبد الرحمن بن  
الاسود ايضاً اخرج له مسلم و هو تابعى و ثقہ  
ابن معين و علقمة فلا يسائل عنه للاتفاق على  
احتجاج به۔

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید علیہ الرحمہ اپنی کتاب الامام میں  
فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلب سے امام مسلم نے صحیح مسلم میں  
روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح عبد الرحمن سے بھی (لہذا ان کے  
ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں) ویسے بھی امام ابن معین علیہ  
الرحمہ نے دونوں کو ثقہ کہا ہے۔ اور علقمہ بالاتفاق حجت ہے۔

لہذا اس سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حجت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ علامہ ابن دقیق العید علیہ الرحمہ نے اس  
حدیث پر دیگر تمام اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔ دیکھیے (نصب الراية ج ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵)  
(۸) علامہ زیلعی علیہ الرحمہ:-

علامہ زیلعی علیہ الرحمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر معترضین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں!  
وهذا اختلاف يؤدى الى طرح القولين والرجوع  
الى صحة الحديث لو روده عن الثقات۔  
حدیث کے تعلیل میں یہ اختلاف دونوں قولوں کے ساقط ہونے  
اور صحت حدیث کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسکے  
ثقہ راویوں کے مروی ہونے کی وجہ سے۔ (نصب الراية ج ۱  
ص ۳۹۶)

امام صاحب نے معترضین کے اعتراضات کو ساقط اور مطروح قرار دیا۔ اس حدیث کے راویوں کے ثقہ ہونے کی وجہ سے غور و فکر کی بات ہے۔  
(۹) علامہ علاؤ الدین ابن الترمکانی علیہ الرحمہ:-

علامہ ابن الترمکانی علیہ الرحمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راویوں کی فرداً فرداً توثیق کے بعد لکھتے ہیں!  
والحاصل ان رجال هذا  
الحديث على شرط مسلم۔  
حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم کی شرط پر  
ہیں۔ یعنی ثقہ ہیں۔ (الجوہر النقی علی البہیقی ج ۲ ص ۷۸)

(۱۰) خاتمۃ المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ:-

علامہ سیوطی علیہ الرحمہ اس حدیث کی تصحیح کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

علامہ زرکشی علیہ الرحمہ نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حزم  
، دارقطنی ، ابن قطن وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام نسائی  
نے (السنن میں) اس پر ترک رفع الیدین کی رخصت کا باب

قال الزركشى فقد صححه ابن حزم والدار  
قطنى و ابن القطان وغيرهم وبوب عليه  
النسائى الرخصة فى ترك زالك قال ابن دقيق



العید فی الامام و عاصم بن کلیب ثقہ اخرج له مسلم و عبد الرحمن اخرج له مسلم ايضاً و هو تابعي وثقه ابن معين وغيره۔

قائم کیا ہے۔ اور علامہ ابن دقیق العید نے الامام میں عاصم بن کلیب کو ثقہ فرمایا۔ اور کہا کہ اسکو امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کیا۔ اسی طرح عبد الرحمن کو بھی جو تابعی اور ثقہ ہے۔ اور ابن معین نے دونوں کو ثقہ کہا۔ (اللاالی المصنوعة ج ۲ ص ۱۸ دار الکتب العلمیہ طبع بیروت)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تصحیح نقل کرنے کے بعد کوئی جرح نہیں کی اور بغیر تردید کے نقل فرمایا۔ جو کہ تائید پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہ بھی اس حدیث کے صحیح ہونے پر متفق ہیں۔

(۱۱) علامہ احمد شاہ کر (غیر مقلد)۔

علامہ احمد شاہ کر حاشیہ محلی ابن حزم میں لکھتے ہیں! ”ہو حدیث صحیح“ یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ احمد شاہ کر نے اپنے شرح نما حاشیہ ترمذی میں لکھا ہے!

و هذا الحديث صحيحه ابن حزم وغيره من الحفاظ و هو حديث صحيح وما قالوه في تعليه ليس بعله۔

ج ۲ ص ۴۱

(۱۲) سید ہاشم عبداللہ یمانی۔

الدرایہ فی تخریج الہدایہ کے حاشیے میں لکھتے ہیں!

وقد رایت لاحمد شاہ کر رحمہ اللہ فی تعلیقہ علی الترمذی کلاماً نفیساً اقله هنا لفائدته۔

اس حدیث کو ابن حزم وغیرہ حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو معلول قرار دینے کیلئے جو کچھ کہا ہے۔ وہ حقیقتاً علت نہیں۔ (حاشیہ ترمذی احمد شاہ کر ہوں۔ (حاشیہ الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰)

آگے حاشیہ ترمذی احمد شاہ کر کی وہ عبارت نقل کی ہے۔ جسکو میں نے اوپر نقل کیا ہے۔

(۱۲، ۱۳) علامہ شعیب ارناؤوط اور علامہ ذہیر الشاولیش (غیر مقلد)۔

شرح السنۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر فرماتے ہیں!

وما قالوه في تعليقه ليس بعله۔

اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں (کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں)۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۴)

(۱۵) علامہ عبدالقادر الارناؤط۔

صحاح ستہ کے مجموعہ ”جامع الاصول“ کے حاشیہ میں اس حدیث کی تخریج کے بعد لکھتے ہیں!

”واسنادہ صحیح“ اسکی سند صحیح ہے۔ (جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۲)



(۱۶) ناصر الدین البانی (غیر مقلد):۔

ناصر الدین البانی نے سنن کی کتابوں کی صحیح اور ضعیف احادیث الگ الگ کتابی شکل میں شائع کر کے انکے نام ”صحیح ترمذی، ضعیف ترمذی، صحیح ابوداؤد، ضعیف ابوداؤد، وغیرہ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث چونکہ نسائی، ابوداؤد، ترمذی، میں موجود تھی۔ تو البانی صاحب نے اسکو تینوں کتابوں کی صحیح سنن ترمذی ج ۱ ص ۸۲ وغیرہ۔ اسی طرح مشکوٰۃ میں بھی یہ حدیث تھی۔ تو علامہ البانی نے اس پر تحقیقی کام کیا۔ اور اسکو صحیح لکھا۔ دیکھیے تخریج احادیث مشکوٰۃ حدیث نمبر ۸۰۹۔ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں!

والحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعلاه حجة يصلح التعلق بها ورد الحديث من اجلها۔ (مشکوٰۃ المصابيح تحقيق محمد ناصر البانی ج ۱ ص ۲۵۴)

اور حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ اور اسکی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے ہمیں انکی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو۔ اور اس وجہ سے حدیث رد کردی جائے۔

(۱۷) عطاء اللہ امرتسری (غیر مقلد):۔

عطاء اللہ امرتسری لکھتے ہیں!

قد تكلم ناس في ثبوت هذا الحديث والقوى انه ثابت من رواية عبد الله بن مسعود رضي الله عنه

بعض لوگوں نے اس حدیث کے ثبوت میں کلام کیا ہے۔ لیکن قوی بات یہ ہے۔ کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ (التعليقات سلفیہ ج ۱ ص ۱۲۳)

اس کتاب کے اسی صفحہ پر فرماتے ہیں!

”قد صححه بعض اهل الحديث“ ضرور بعض اہل حدیث نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (التعليقات سلفیہ ج ۱ ص ۱۲۳)

(۱۸) علامہ دکتور طاہر محمد دریری:۔

علامہ دکتور نے ”مدونۃ الکبریٰ“ کی احادیث کی تخریج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی سند کے ایک ایک راوی کی تعدیل و توثیق کے بعد ”الحکم علیٰ هذا الحديث“ کے تحت لکھتے ہیں!

حديث المدونة حديث حسن لان في سنده عاصم بن كليب وهو صدوق وبقيه رجاله ثقات وقد حسنه الترمذی۔

مدونۃ الکبریٰ کی یہ حدیث حسن ہے کیونکہ اس کی سند میں عاصم بن کلبیب ہے جو صدوق (سچا) ہے۔ اور اسکے باقی راوی ثقہ ہیں امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (تخریج احادیث المدونۃ ج ۱ ص ۴۰۳)

(۱۹) علامہ محمد خلیل ہراس (غیر مقلد):۔

علامہ محمد خلیل لکھتے ہیں!

”وهو حديث صحيح حسنة الترمذی“ یہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ (حاشیہ محلی ابن حزم ج ۲)

(۲۰، ۲۱) امام ابوداؤد اور امام منذری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم:۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو باب ”من لم يذكر الرفع عند الركوع“ میں امام وکیع کے طریق سے ذکر کیا۔ اور اس کے متابع راویوں کا



بھی ذکر کیا اور کوئی اعتراض نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی اعتراض ہوتا تو متابع راویوں کا بھی ذکر نہ کرتے اور کوئی وجہ ہوتی تو وہ بیان کرتے۔ دیکھیے (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۶)

اسی طرح علامہ منذری نے بھی ”مختصر منذری“ میں اس حدیث کے بعد لکھا!

”واخرجه الترمذی والنسائی وقال الترمذی حدیث حسن“ اور اس کے ساتھ اختلاف نہیں کیا جو تصحیح کی علامت ہے۔ دیکھیے (مختصر منذری ج ۱ ص ۳۶۷)

(۲۲) محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی علیہ الرحمہ:-

امام طحاوی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ”شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۰“ میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اور اسے صحیح مانا ہے اسی طرح ج ۱ ص ۴۶۵ پر بھی استدلال کیا ہے۔

نور العینین میں حافظ زبیر علی زئی نے ص ۱۱۹ پر اس روایت کے بارے میں امام ترمذی اور ابن حزم کی تصحیح یوں کی نقل کی ہے۔ ”سنن ترمذی ۱/۵۹ وقال حدیث حسن المحلی ابن حزم ۴/۸۷، ۸۸ وقال ان هذا الخبر صحيح“۔

(۲۳) ملا علی قاری علیہ الرحمہ:-

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانا ہے۔ وہ فرماتے ہیں!

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو روایت کیا ابوداؤد اور ترمذی نے  
امام ترمذی نے اسکو حسن کہا اور امام نسائی نے بھی اسکو روایت  
کیا۔ ابن مبارک کی سند سے۔ (الموضوعات الکبریٰ ص ۳۵۴  
طبع کراچی)

قلت: حدیث ابن مسعود رواه ابوداؤد  
والترمذی، قال الترمذی حدیث حسن واخرجه  
النسائی عن ابن المبارك بسند هما۔

(۲۴) امام مالک علیہ الرحمہ:-

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں!

[پس اہل علم نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے ہوئے صرف

رفع یدین بوقت تحریمہ پر اکتفاء کیا ہے اور اہل مدینہ کے عمل کے ساتھ موافقت کی وجہ سے امام مالک علیہ الرحمہ کا

مذہب بھی یہی ہے]۔ (بدایۃ المجتہد ۱/۹۷)

لہذا اس روایت کو انھوں نے بھی صحیح سمجھا ہے۔ لہذا تب ہی عمل کیا ہے۔

علامہ زرقانی مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

اللہ تعالیٰ بھلائی کرے امام مالک علیہ الرحمہ کیلئے کیا ہی دقیق نظر  
تھی انکی جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اختلافات  
واقع ہوئے تو اس پر عمل نہ کیا اور حضرت عمر و ابن مسعود رضی اللہ  
عنہم کے فرمان پر عمل کیا بوجہ مضبوطی کے جیسا کہ ابن عبد البر نے  
کہا ہے کہ جہت نظر کی بنا پر امام مالک کا یہ فیصلہ ہے۔ (زرقانی

لله در مالك ما اذق نظرة لما اختلف الرايات عن  
ابن عمر لم يأخذ به واخذ بما جاء عمر وابن  
مسعود لا اعتضاده كما قال ابن عبد البر من  
جهة النظر۔



شرح موطا بحوالہ حاشیہ التہدید ۹/۶۲۸)

(۲۵) عبید اللہ سندھی (غیر مقلد) :-

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مرعاة شرح مشکوٰۃ ۲/۲۹۳)

(۲۶) عبدالحی لکھنوی :-

عبدالحی لکھنوی حاشیہ موطا امام محمد میں فرماتے ہیں!

پھر عدم رفع یدین کی حدیثوں کی سندیں بھی صحیح نہیں سوائے حدیث ابن مسعود کے۔ (حاشیہ موطا امام محمد ص ۸۹)

(۲۷) علامہ ہاشم سندھی :-

علامہ ہاشم سندھی فرماتے ہیں!

سند

[[سند ابی داؤد صحیح علی شرط الشیخین یعنی ابوداؤد کی امام

بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے]]۔ (کشف الرین مترجم ص ۵۶ مع حاشیہ محمد

عباس رضوی (کشف الرین ص ۱۱ بحوالہ جلاء العینین ص ۷۶، ۷۷)

(۲۸) امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ :-

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے امام اوزاعی کے سامنے یہ حدیث پیش فرمائی۔ اور اسکے راویوں کی توثیق فرمائی اور فرمایا تمہارے راویوں سے میرے

راوی بہتر ہیں۔ اس طرح انھوں نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ملاحظہ فرمائیے (مسند امام اعظم ص ۸۹، ۹۰، مترجم طبع فرید بک شال لاہور، فتح القدیر ۱/۲۱۹ طبع

مصر، شرح سفر السعادت ص ۶۶، الروضة الندیہ ۱/۹۵)

(۲۹) امام نیموی علیہ الرحمہ :-

امام نیموی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”آثار السنن“ میں فرماتے ہیں!

”رواة الثلاثة و هو حدیث صحیح“ اس کو روایت کیا اصحاب ثلاثہ نے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (توضیح السنن شرح آثار السنن ۱/۳۶۲

مترجم)

(۳۰) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے لکھ کر اور عبداللہ بن ادریس

کی سند سے بھی روایت لکھی اور پھر فرمایا!

[[فہذا أ صح (عبداللہ بن ادریس کی) یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ یعنی سفیان

کی روایت بھی صحیح ہے لیکن یہ زیادہ صحیح ہے]]۔ (جز رفع یدین ترجمہ و تحقیق

حافظ زبیر علی زئی ص ۵۷ برقم ۳۲)

﴿-----سند کا تعارف-----﴾

اس حدیث کی سند میں کل آٹھ راوی ہیں۔

(۱) پہلے راوی خود امام ترمذی ہیں۔ جنکے ثقہ ثبت امام ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔ غیر مقلدین کے مدوح اور مستند عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی



کتاب ”الحطہ“ میں لکھتے ہیں!

[[امام ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب (ترمذی) کو تصنیف کیا اور علماء حجاز، علماء عراق و علماء خراسان پر پیش کیا۔ سب اس کتاب پر راضی ہوئے (یعنی سب نے پسند کیا) امام ترمذی فرماتے ہیں! کہ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا کہ اس گھر میں نبی کریم ﷺ کلام فرماتے ہیں۔ امام ابن اثیر فرماتے ہیں کہ! ترمذی کی کتاب ”ہذا احسن الکتاب“ تمام کتابوں سے اچھی ہے۔ اور نواب صاحب فرماتے ہیں کہ! حضرت ابو اسماعیل ہروی نے فرمایا! کہ میرے نزدیک ترمذی شریف، بخاری و مسلم سے بھی زیادہ نافع کتاب ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ اس کتاب کی ہر حدیث معمول بہ ہے]]۔ (الحطہ فی ذکر صحاح ستہ ص ۲۳۹، ۲۴۰)

(۲) ہناد:-

انکا اصل نام ہناد بن السری بن مصعب بن ابی بکر بشر ہے۔ انھوں نے عبد الرحمن بن ابی زناد و ہیشم، ابی بکر بن عیاش، عبد اللہ بن ادریس حفص بن غیاث، عبد اللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، ابن عینیہ اور وکیع سے روایت کی ہے۔ یہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔ امام بخاری نے خلق افعال العباد میں ان سے روایت کی ہے۔ اسی طرح ابو حاتم رازی، امام ابو زرہ وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہناد کو لازم پکڑو۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ ہناد صدوق ہے۔ یعنی سچا ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ ہناد ثقہ ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں داخل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۷، ۴۸)

(۳) وکیع بن الجراح:-

یہ بھی صحیح بخاری و صحیح مسلم کا راوی ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری مترجم وحید الزمان ج ۲ ص ۱۸۹، ۲۵۲ میں روایت کی ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے صحیح مسلم شرح سعیدی ج ۷ ص ۱۰۱، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۷۹، ۲۸۲، ۳۵۱، ۷۷۱، میں روایت کی ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے اپنے باپ اور اسماعیل بن ابی خالد، عکرمہ بن عمار، امام اعمش، ابن جریج، امام اوزاعی اور امام مالک اور بہت سارے محدثین سے روایت کی ہے۔ اور جن محدثین نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے وکیع سے بڑا عالم اور بڑا حافظ نہیں دیکھا۔ اور فرماتے تھے کہ وکیع حافظ ہے۔ حافظ ہے اور عبد الرحمن بن مہدی سے بڑا حافظ ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۸۱، ۸۲)

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

”ثقة، حافظ، عابد من كبار التاسعة“ ثقہ، حافظ، عابد اور نویں طبقہ کے علماء کبار میں سے ہے۔ (تقریب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۴)

امام ذہبی فرماتے ہیں!

کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وکیع اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعی۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں!

[[میں نے وکیع سے کوئی افضل آدمی نہیں دیکھا۔۔۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ

دیتے تھے۔ عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں آج دونوں شہروں (کوفہ و بصرہ) کے بڑے عالم

وکیع بن جراح ہیں]]۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۶ ص ۲۳۹)



تمام اصحاب ستہ یعنی امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ لہذا انکے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(۴) سفیان ثوری علیہ الرحمہ:-

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ خصوصاً بخاری شریف کے مرکزی راویوں میں سے ہیں۔ (بخاری شریف ج ۱ مترجم وحید الزمان مکتبہ رحمانیہ ص ۱۲۷، ۱۵۳، ۱۸۹، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۳۵، ۲۸۴، ۲۹۰ وغیرہ ۱۱۹ مقام پر راوی ہیں۔ اب ج ۲ دیکھیے ص ۴۹، ۶۸، ۷۱، ۹۰، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۴، ۱۷۶، ۱۹۵، ۲۳۹، ۲۴۰ پر تقریباً پچاس سے زیادہ جگہ راوی ہیں۔ اب دیکھیے بخاری ج ۳ ص ۵۸، ۵۹، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۴۴، ۱۸۶، ۲۱۴، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۷، ۲۵۱ پر تیس سے زیادہ مرتبہ راوی ہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم میں راوی ہیں دیکھیے حدیث نمبر ۵۳۷، ۶۳۸۱ وغیرہ۔

آپ کا پورا نام سفیان بن سعید بن مسروق ”ثور“ ان کے جدا عظم کا نام تھا۔ سفیان ثوری علیہ الرحمہ کبار تبع تابعین میں جلیل القدر عظیم الشان امیر المؤمنین فی الحدیث مجتہد وقت قطب الاسلام محدث، وفقیہہ عابد و زاہد تھے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام مالک، شعبہ اور امام اوزاعی جیسے کبار محدثین تھے۔ انکی تعریف کرنے والوں میں عبداللہ بن مبارک، یحییٰ قطان، یحییٰ بن معین، ابوداؤد، شعبہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے محدثین تھے۔ آپ ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۶۱ ہجری میں وفات پائی۔ (مظاہر حق اسماء الرجال متعلقہ مشکوٰۃ ملحق ج ۵ ص ۶۸ ترجمہ سفیان ثوری) معرفۃ الثقات ج ۱ ص ۴۰۷ میں امام العجلی لکھتے ہیں!

[[سفیان بن سعید بن مسروق بن ربیع یکنی أبا عبد الله  
كوفي رجل صالح، زاهد، عابد ثبت في الحديث فقيهه  
صاحب سنة واتباع وكان من أقوى الناس بكلمة شديدة  
[[۔ (برقم ۶۲۵ ج ۱ ص ۴۰۷ طبع مدینہ منورہ)

تذکرۃ القاری میں ہے!

[[کہ انکی جلالت قدر کثرت علوم صلابت دینی ثقاہت اور امانت پر تمام علماء متفق  
ہیں۔ اور تبع تابعین میں ہیں۔ ابو عاصم نے کہا! کہ سفیان ثوری امیر المؤمنین فی  
الحديث ہیں۔ ابن مبارک نے کہا! میں نے ہزار لوگوں سے حدیث لکھی ہے لیکن  
سفیان سے کوئی افضل نہیں دیکھا۔ امام ابن معین نے فرمایا! جو کوئی ثوری کی  
مخالفت کرے تو قابل قبول ثوری ہے۔ امام ابن عیینہ نے کہا! کہ میں سفیان  
ثوری کا غلام ہوں اور وہیب حفظ میں سفیان ثوری کو امام مالک پر مقدم کرتے  
تھے۔ اور وہ ساتویں طبقہ رؤساء میں تھے]]۔ (تذکرۃ القاری بحوالہ کشف  
الرين ص ۵۲، ۵۳)

”قال البخاری لا اعرف لسفیان الثوری عن حبيب بن ابی ثابت ولا عن سلمه بن کھیل ولا عن منصور و  
ذکرہ مشائخ کثیرہ ولا اعرف عن لسفیان عن هؤلاء تدلیسا ما أقل تدلیسه“۔ (تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین



بالتدلیس ج ۱ ص ۶۶)

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

”ثقة، حافظ، فقیہ، عابد، امام الاجتہ (تقریب التہذیب ص ۱۲۸) علامہ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ ج ۱ ص ۱۷۲ تا ۱۷۵ پر بڑی تفصیل کیساتھ تذکرہ

کیا ہے۔“

ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں!

[[ آپ حدیث میں امیر المومنین تھے اور ابن مبارک نے بیان کیا کہ میں نے گیارہ سوشیوخ سے لکھا ہے۔ وہ ان میں سب سے افضل تھے۔ اور ایوب نے بیان کیا میں نے کسی کوئی کو نہیں دیکھا جسے آپ پر ترجیح دوں۔۔۔ عبداللہ نے بیان کیا میں نے ثوری سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ اصحاب مذاہب ثلاثہ نے بیان کیا ہے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں اور شعبی اپنے زمانے میں اور ثوری اپنے زمانے میں امام تھے]]۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۶۵)

یہی گوندلوی غیر مقلد نے اپنی کتاب آمین بالجہر ص ۲۵ پر لکھا ہے کہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

سفیان الثوری الامام المشہور الفقیہ العابد الحافظ الکبیر وصفہ النسائی وغیر بالتدلیس وقال البخاری ما اقل تدلیسہ۔ امام سفیان ثوری مشہور امام، فقیہ، عابد اور بہت بڑے حافظ تھے۔ امام نسائی وغیرہ نے انکو مدلس کہا اور امام بخاری نے فرمایا انکی تدلیس بہت کم ہے۔ حافظ ابن حجر نے مدلسین کو ۵ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ اور امام ثوری کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔ (دیکھیے طبقات المدلسین ص ۳۲) اور دوسرے طبقے کی خود ہی وضاحت فرمادی۔ فرماتے ہیں! الشانیہ من احتمال الائمہ تدلیس و اخر جوالہ فی الصحیح لا مامتہ و قلتہ تدلیسہ فی جنب ماروی کالثوری او کان لا یدلس الا عن ثقہ کابن عینہ۔ دوسرا طبقہ جن کی تدلیس کو آئمہ نے قبول کیا ہے۔ انکی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے صحیح میں احادیث لی ہیں۔ جیسا کہ ثوری تھے یا پھر اس طبقہ میں ایسے راوی ہیں جو صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے جیسا کہ امام ابن عیینہ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس اصولی تحریر سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ امام ثوری مدلس تھے مگر انکی تدلیس مضر نہیں۔ جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو اور حدیث کو تدلیس کی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ (آمین بالجہر ص ۲۵، ۲۶)

اسکے علاوہ زبیر علی زئی صاحب نے حافظ العلانی صاحب کی کتاب ”جامع التحصیل فی احکام المرآیل“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تیسرے



درجے کے مدلس ہیں۔ جبکہ حافظ العلانی صاحب اپنی کتاب جامع التحصیل فی احکام المراسیل کے صفحہ نمبر ۱۱۳ پر لکھتے ہیں!

[[وثانیہا من احتمال الاثمة تدلیسه و خرجواله فی الصحیح وان لم یصرح بالسماع وذاك اما لا مامته او لقله تدلیسه فی جنب ماروی اولانه لا یدلس الا عن ثقة وذاك کالزهری و سلیمان الاعمش و ابراهیم النخعی و اسماعیل بن ابی خالد و سلیمان التیمی و حمید الطویل و الحکم و ابن عتیبة و یحییٰ بن ابی کثیر و جریج و الثوری و ابن عینیة]] الخ۔ دوسرا طبقہ جسکی تدلیس کو ائمہ کرام نے برداشت کیا ہے اور اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اگرچہ انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی اور یہ اس بناء پر ہے کہ وہ امام ہیں یا تدلیس کم کی ہے۔ بنسبت روایات کے یا تدلیس ثقہ سے کی ہے۔ جیسے زہری و سلیمان الاعمش و ابراهیم نخعی و اسماعیل بن ابی خالد و سلیمان التیمی و حمید الطویل و حکم و عتیبة و یحییٰ بن ابی کثیر و ابن جریج و ثوری اور ابن عینیہ۔

لہذا حافظ العلانی صاحب نے سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور یہی حق ہے اسی قسم کے الفاظ کتاب ”التبیحین الاسماء المدلسین“ ج ۱ ص ۶۵ پر ابن العجلی الشافعی نے لکھے ہیں۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں!

[[مدلسین کے طبقات حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں انکے پانچ مراتب بیان کیے ہیں۔ (۱) جس سے بہت کم تدلیس ثابت ہو جیسے یحییٰ بن سعید انصاری ہیں۔ (۲) جسکی تدلیس کو ائمہ حدیث نے برداشت کیا ہو اور اپنی صحیح میں اس سے روایت بیان کی ہو کیونکہ انکی تدلیس اسکی مرویات کے مقابلہ میں کم ہیں اور وہ نفسہ امام ہے جیسے ثوری یا وہ ثقہ ہی سے تدلیس کرتا ہے جیسا کہ ابن عینیہ ہے۔ (خیر الکلام ص ۴۷) اسی طرح عبد الرحمن مبارک پوری صاحب غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۲ پر امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب طبقات المدلسین سے یہی بات نقل کی ہے جو خیر الکلام کے حوالہ سے نقل ہوئی۔ لہذا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ قابل قبول راوی ہے ثقہ ہے تدلیس کم کرتا ہے دوسرے درجے کا مدلس ہے اسی لیے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں عن سے بھی روایات لی ہیں]]۔

سید بدیع الدین راشدی غیر مقلد اپنی کتاب ”اہل حدیث کے امتیازی مسائل“ ص ۵ طبع حیدرآباد پر ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں!

[[یہ کہ سفیان ثوری اول درجے کے مدلسین میں سے ہیں۔ اور باقاعدہ محدثین میں انکی تدلیس مقبول ہوگی اگرچہ سماع کی تصریح نہ کریں]]۔

امام سفیان ثوری کی امامت، عدالت، ثقاہت ہم نے ثابت کر دی۔ رہی تدلیس وہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اور حافظ صلاح الدین العلانی اور بدیع الدین راشدی غیر مقلد سے ہم نے رفع کر دی ہے پھر بھی تسلی کیلئے بخاری شریف سے امام ثوری علیہ الرحمہ کی عن سے روایات دکھاتے ہیں کیونکہ امام بخاری نے فرمایا ہے کہ انکی تدلیس بہت قلیل ہے۔ بخاری ج ۱ ص ۲۱۶، ۳۹۶، ۴۵۵، وغیرہ میں



ج ۲ ص ۴۹، ۴۹۴، ۳۱۷، ۳۵۳، ۳۷۳، ۴۰۵، ۴۰۷، ۴۲۱، ۴۹۰، ۵۰۰، ۵۰۱، ۹۳۷ ج ۳ ص ۵۸، ۶۴۳، ۶۵۳، ۶۶۸، ۶۸۹، ۶۹۲، ۶۹۴ وغیرہ پر عن کے ساتھ روایت فرما رہے ہیں۔ اور امام بخاری نے انکو قبول فرمایا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کا سفیان ثوری علیہ الرحمہ کو ثقہ راوی ہوتے ہوئے قبول نہ کرنا سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں اور یہ کہنا کہ انکی کوئی متابع روایت نہیں جو قوی ہو اور عاصم بن کلیب اس روایت میں منفرد ہیں۔ سب جہالت یا تشدد ہے (نور العینین ص ۱۲۷، ۱۲۸) انشاء اللہ ہم عنقریب قوی متابعات بھی پیش کریں گے۔ امام سفیان ثوری علیہ الرحمہ کا تعارف زرا لمبا ہو گیا یہ اس لیے کہ بعض نا اہل لوگوں نے امام سفیان ثوری علیہ الرحمہ کی روایات کو رد کرنے کی کوشش کی۔

اسکے علاوہ زبیر علی زئی نے حافظ العلائی کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں لکھا ہے۔ تو جناب انھی حافظ العلائی صاحب نے اپنی اسی کتاب جامع التحصیل کے ص ۱۱۳ پر سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔ دیکھیے حافظ العلائی کی کتاب ”جامع التحصیل فی احکام المراسیل“

ص ۱۱۳۔

(۵) عاصم بن کلیب :-

انکا پورا نام عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی الکوفی ہے۔ صفار تبع تابعین میں سے تھے۔ روایت حدیث میں صدوق یعنی سچے ہیں بڑے عابد و زاہد تھے۔ ۱۳۷ھ میں وفات پائی۔ ان سے سوائے صحیح بخاری کے علاوہ تمام کتب صحاح نے احادیث لی ہیں۔ صحیح بخاری میں بھی تعلیقات میں روایت لی ہے دیکھیے (صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۲ باب ۴۷۷ باب لبس القسی میں) (مظاہرہ حق ج ۱۵ اسماء الرجال ملحق مشکوٰۃ ص ۸۵)

عاصم بن کلیب نے اپنے باپ عبدالرحمن بن اسود، محارب بن دثار، علقمہ بن وائل، محمد بن کعب القرظی وغیرہم سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ابن عون، شعبہ، قاسم بن مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام اثرم نے امام احمد سے بیان کیا ہے کہ ”لا باس بحديثه“ کہ اسکی حدیث میں کوئی ڈر نہیں۔ امام ابن معین اور امام نسائی نے کہا ثقہ ہے۔ امام ابو حاتم نے کہا صالح ہے۔ ابن حبان نے ثقافت میں داخل کیا۔ اور وہ ثقہ حامون ہے۔ ابن المدینی نے کہا کہ جب منفرد ہو تو حجت نہیں۔ لیکن امام ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہے اور حجت ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۰)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں!

”عاصم بن کلیب بن شہاب بن المجنون الجرمی الکوفی صدوق“ یعنی سچے ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۱۶۰)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں!

کوفہ والوں سے افضل ہیں۔ امام احمد بن صالح المصری فرماتے ہیں۔ ثقہ مامون، امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان۔۔۔ کیا جائے گا اور یہ زیادہ حدیث والے نہیں ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۶)

تذکرۃ القاری میں عاصم بن کلیب کے ترجمہ میں لکھا ہے!

عاصم بن کلیب بن شہاب مجنون الجرمی صدوق ہے اور ثقہ کہا جیگا  
بن معین اور نسائی نے اور اس سے امام مسلم نے روایت کی اپنی  
صحیح میں اور روایت اصحاب سنن نے اور ان سے معلق روایت  
بخاری نے اپنی صحیح میں۔ (کشف الرین ص ۵۳ مترجم)

عاصم بن كليب بن شهاب مجنون الجرمی  
صدوق وثقه یحییٰ بن معین والنسائی روی له  
مسلم واصحاب السنن الاربعة وعلق له  
البخاری۔

(۶) عبد الرحمن بن الاسود:-

آپکا پورا نام عبدالرحمن بن الاسود بن یزید بن قیس الحنفی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۶۱ اور ترجمہ نمبر ۸۳۱۵ طبقہ دارالکتاب



العلمیہ بیروت میں لکھتے ہیں! ”ثقه من الثالثة“ ثقہ ہیں اور طبقہ ثالثہ کے ہیں۔ اسی طرح تہذیب التہذیب میں بھی امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا۔ انکی توثیق کی امام ابن معین اور امام نسائی، امام عجمی، امام ابن خراش اور امام ابن حبان نے۔ (بحوالہ کشف الرین فی مسلہ رفع الیدین ص ۵۴)

(۷) علقمہ بن قیس:-

آپکا پورا نام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک ہے۔ آپ رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے۔ اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت خدیجہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر کئی اصحاب رسول ﷺ سے آپ نے روایات بیان کیں ہیں۔ اور آپ سے حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عامر الشعمی، حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ اور دیگر کئی حضرات نے آپ سے روایات بیان کیں ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

علقمہ بن قیس بن عبد اللہ النخعی الکوفی  
ثقه، ثبت، فقیہ، عابد الثانیہ۔  
علقمہ بن قیس بن عبد اللہ ثقہ، ثبت، فقیہ، عابد اور طبقہ دوم کا راوی  
ہے۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۶۸۷ ترجمہ  
نمبر ۴۶۹۷ مطبوعہ بیروت)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں!

[۱] آپکی کنیت ابو شبل نام علقمہ تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے کہ ابو شبل علقمہ بن قیس بن عبداللہ النخعی الکوفی آپ عراق کے مشہور فقیہہ ابراہیم نخعی کے ماموں اور اسود نخعی کے چچا ہیں۔ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں پیدا ہوئے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابوالدرداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پاک باتجوید پڑھا اور حفظ کیا۔ فقہ اور حدیث کا درس انھی سے لیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے زیرک شاگرد تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جو میں جانتا ہوں وہ علقمہ بھی جانتا ہے۔۔۔ ذہبی کہتے ہیں! علقمہ فقیہہ، امام، ماہر فن، خوش آوازی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے اور حدیث کی روایت میں نہایت قابل اعتماد، نیکو کار پرہیز گار انسان تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۸ طبقہ دوم]

(۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:-

صحابہ کرام بالاتفاق ثقہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چند فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا قرآن چار آدمیوں سے سیکھ۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا۔ (بخاری ۱/۵۳۱، صحیح مسلم ۲/۲۹۳، جامع ترمذی ۲/۲۲۱)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر بغیر مشورے کے کسی کو میں امیر بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو بناتا۔ (جامع ترمذی ۲/۲۲۱)

ترمذی میں ہی مذکور ہے کہ!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وضو کرانے والے اور آپ ﷺ کی نعلین اقدس اٹھانے والے صحابی ہیں۔ (جامع ترمذی ۲/۲۲۱)

ہم نے اس روایت کے تمام راویوں کا ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ لہذا روایت سنداً صحیح ہے جیسا



محدثین کی تصحیح سے بھی ظاہر ہے۔ اب اس کے متعدد طرق بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) سنن نسائی سے:- سند یہ ہے۔

سند نمبر ۱:- اخبرنا سويد بن نصر۔ حدثنا عبد الله بن مبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الله بن الاسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود۔ (نسائی ۱/۱۱۷)

(۱) سويد بن نصر:-

آپکا پورا نام سويد بن نصر بن سويد المروزي کنیت ابو الفضل ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں ”راوية ابن مبارك ثقة“ ابن مبارك سے روایت کرتے ہیں ثقہ ہیں (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۵ ترجمہ ۲۷۰، تہذیب التہذیب ۲/۲۸۰، تہذیب الکمال ترجمہ ۲۷۵ ج ۱۲ ص ۲۷۲)

(۲) عبد اللہ بن مبارک:-

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

[[عبد اللہ بن مبارک المروزی، مولیٰ، حنظلہ، ثقہ، ثبت فقیہ، عالم، جواد مجاہد، جمعت فیہ خصال الخیر]]۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۲۷ ترجمہ ۳۵۸۱ طبع بیروت) اور زیادہ تفصیل تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۸۲ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ باقی راویوں کا ترجمہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ لہذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سند نمبر ۲:- سنن نسائی ج ۱ ص ۱۲۰ کی سند

[[اخبرنا محمود بن غیلان المروزی، حدثنا وکیع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود]]۔

محمود بن غیلان المروزی:-

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

محمود بن غیلان، العدوی مولاہم، ابو احمد المروزی، نزیل بغداد ثقہ۔ (تقریب التہذیب ج ۲ ص ۱۶۴ ترجمہ ۶۵۳۷ طبع بیروت)

ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۸۸ پر فرماتے ہیں!

[[امام مروزی نے امام احمد سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا! میں اسے حدیث

سے جانتا ہوں۔ یہ صاحب سنت ہیں۔ امام نسائی نے فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ امام ابن

حبان نے اس راوی کو ثقات میں داخل کیا]]۔

ان تین اسناد کا تعارف آپ نے دیکھا۔ نسائی کی دوسری روایت میں محمود بن غیلان کے علاوہ باقی راویوں کا تعارف ہو چکا۔ اگر کوئی سند نہ بھی ہوتی۔ تو یہ تینوں صحیح سندوں سے بھی مسئلہ واضح ہے۔ مگر پھر بھی باقی اسناد بھی ملاحظہ فرمائیے۔

سند نمبر ۳:- حدثنا عثمان بن ابي شيبة نا وكيع عن سفيان عن عاصم يعني ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۶)

سند نمبر ۴:- حدثنا الحسن بن علي نا معاوية و خالد بن عمرو و ابو حذيفة قالوا نا سفيان باسنادہ بهذا۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۶)

سند نمبر ۵:- حدثنا عبد الله حدثني ابي حذثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال ابن مسعود۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷ طبع بیروت)



سند نمبر ۶:- حد ثنا و کیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ عن عبد اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

سند نمبر ۷:- ابو حنیفہ و حد ثنا حماد عن ابراہیم عن علقمہ والاسود عن ابن مسعود۔ (مسند امام اعظم مترجم ص ۹۰)

سند نمبر ۸:- اخبرنا ابو طاہر الفقیہ انبأنا ابو حامد بن بلال انبأ محمد بن اسماعیل الاحمسی ثنا و کیع عن سفیان عن عاصم۔۔۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ۷۸/۲)

سند نمبر ۹:- رواہ محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ۸۰/۲)

سند نمبر ۱۰:- حد ثنا ابن ابی داؤد قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا و کیع عن سفیان عن عاصم۔۔۔ عبد اللہ (طحاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

سند نمبر ۱۱:- حد ثنا محمد بن نعمان قال ثنا یحییٰ بن یحییٰ قال و کیع عن سفیان ف ذکر مثله باسناده۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

سند نمبر ۱۲:- و کیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود و علقمہ قالا قال عبد اللہ بن مسعود (المدونۃ الکبریٰ ۶۹/۱)

سند نمبر ۱۳:- حد ثنا حمام ثنا عبد اللہ بن محمد الباجی ثنا محمد بن مالک بن ایمن ثنا محمد بن اسماعیل الصائغ ثنا ذہیر بن حرب ثنا و کیع عن سفیان الثوری عن عاصم۔۔۔ عبد اللہ (محلّی ابن حزم ۴/۳)

سند نمبر ۱۴:- حد ثنا حمام ثنا عباس بن اصبع ثنا محمد بن عبد المالک بن ایمن ثنا محمد بن اسماعیل الصائغ ناز ذہیر بن حرب ابو خثیمہ ثنا و کیع عن سفیان الثوری عن عاصم۔۔۔ عبد اللہ (محلّی ابن حزم ۲/۲۶۵)

سند نمبر ۱۵:- حد ثنا و کیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراہیم عن عبد اللہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

سند نمبر ۱۶:- حد ثنا اسحاق عن عبد الرزاق عن حصین عن ابراہیم ان ابن مسعود۔ (المعجم الکبیر للطبرانی جز التاسع ص ۲۶۱)

سند نمبر ۱۷:- حد ثنا محمد بن عبد اللہ الحضیری ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراہیم قال کان عبد اللہ۔ (حوالہ مذکورہ)

سند نمبر ۱۸:- حد ثنا علی بن عبد العزیز ثنا حجاج بن المنہال ثنا حماد بن سلمہ عن حماد عن ابراہیم عن عبد اللہ بن مسعود۔ (حوالہ مذکورہ)

سند نمبر ۱۹:- حد ثنا اسحاق بن اسرائیل حد ثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ۔۔۔ (مسند ابو یعلیٰ موصلی ۳۶/۵)

سند نمبر ۲۰:- حد ثنا ذہیر حد ثنا و کیع حد ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ قال قال ابن مسعود۔ (مسند ابو یعلیٰ موصلی ۳۶، ۳۷/۵)

سند نمبر ۲۱:- حد ثنا ابو خثیمہ حد ثنا و کیع حد ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ قال قال ابن مسعود (مسند ابو یعلیٰ موصلی ۳۶، ۳۷/۵)

سند نمبر ۲۲:- حد ثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحنط و عبد الوہاب بن عیسیٰ بن ابی حنیہ قالا نا اسحاق بن ابی



اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ۔۔۔ (دارقطنی ۱/۳۹۹، ۴۰۰)

سند نمبر ۲۳:- عبد الرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود۔۔۔ (مصنف عبد الرزاق ۲/۷۱)

سند نمبر ۲۴:- عبد الرزاق عن ابن عیینہ عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مثله۔۔۔ (حوالہ مذکور)

سند نمبر ۲۵:- عبد الرزاق عن الثوری عن حماد قال سالت ابراہیم عن ذلك فقال يرفع يديه اول مرة۔۔۔ (حوالہ مذکورہ)

سند نمبر ۲۶:- قال محمد اخبرنا الثوری حد ثنا حصین عن ابراہیم ان ابن مسعود۔۔۔ (موطا امام محمد ص ۹۰)

سند نمبر ۲۷:- ابو حنیفہ عن ابراہیم عن الاسود ان عبد اللہ بن مسعود۔۔۔ (جامع المسانید خوارزمی ۱/۳۵۵)

سند نمبر ۲۸:- محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ (جزر فہرست للبخاری ص ۶۳)

سند نمبر ۲۹:- حد ثنا محمد بن صالح بن ہانی حد ثنا ابراہیم بن محمد بن مخلد الضریر حد ثنا اسحاق بن اسرائیل حد ثنا

محمد بن جابر الیمامی حد ثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ۔۔۔ (الآلی المصنوعۃ ۲/۱۷)

سند نمبر ۳۰:- حد ثنا عبد اللہ بن صالح بن عبد اللہ ابو محمد قال حد ثنا اسحاق بن ابراہیم المروزی حد ثنا محمد بن جابر

السحیمی عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ، (کتاب المعجم فی اسامی شیوخ ابوبکر اسماعیلی ۲/۴۹۲)

سند نمبر ۳۱:- اخبرنی الحسن بن علی التمیمی و محمد بن عبد المالك القرشی قالا اخبرنا عمر بن عبد اللہ بن عمرو بن

عثمان بن حماد بن حسان بن عبد الرحمن و يعرف بابن ابی حسان الزیادی حد ثنا اسحاق ابن ابی اسرائیل حد ثنا

محمد بن جابر حد ثنا حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ۔۔۔ (تاریخ بغداد جز الحادی عشر ص ۲۲۴)

سند نمبر ۳۲:- حد ثنا سلیمان بن ربیع البرجمی حد ثنا کادح بن رحمة حد ثنا سفیان عن عاصم۔۔۔ عبد اللہ۔۔۔ (تاریخ بغداد جز

الحادی عشر ص ۳۲۰)

سند نمبر ۳۳:- حد ثنا اسحاق بن ابراہیم ثنا لوین ثنا اسحاق بن اسرائیل ثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمة

عن عبد اللہ۔۔۔ (کامل ابن عدی جز السادس ص ۱۵۲)

سند نمبر ۳۴:- اخبرنا سفیان الثوری قال حد ثنا حصین عن ابراہیم عبد اللہ۔۔۔ (کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۹۷)

سند نمبر ۳۵:- امام ذہبی فرماتے ہیں! اسحاق بن اسرائیل حد ثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد

اللہ۔۔۔ (میزان الاعتدال ۳/۴۹۶)

سند نمبر ۳۶:- ما حد ثنا علی بن عبد العزیز و محمد بن اسماعیل و محمد بن جعفر ابن محمد قالوا حد ثنا اسحاق ابن

ابراہیم حد ثنا محمد بن جابر السحیمی عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ۔۔۔ (کتاب الضعفاء کبیر عقیلی ۴/۴۲)

سند نمبر ۳۷:- حد ثنا عبد الوارث بن سفیان قال حد ثنا قاسم بن اصبح حد ثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال حد ثنی ابی

قال حد ثنا وکیع عن عاصم بن کلیب عن۔۔۔ عبد اللہ۔۔۔ (التمہید ابن عبد البر ۹/۲۱۵)

سند نمبر ۳۸:- حد ثنا حماد عن ابراہیم عن علقمة والاسود عن عبد اللہ۔۔۔ اس روایت کی سند یہ ہے۔۔۔ اخبرنی تاج الاسلام ابو

سعد اسمعانی فی کتابہ اخبرنا ابو الفرج سعید بن ابی رجاء باصبہان اذنا انا ابو الحسن احمد بن محمد الاسکاف

قرآۃ انا الحافظ ابو عبد اللہ بن منہ انا ابو محمد الحارثی انا محمد بن ابراہیم الرازی انا سلیمان بن الشاکوتی



سمعت سفیان بن عیینہ يقول اجتمع ابو حنیفة والا وزاعی۔ (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة لامام الموفق بن احمد کی ۱/۱۲۳)  
سند نمبر ۳۹: قال ابو حاتم و هو الذی روی حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله۔ (کتاب المجر و حین من المحدثین والضعفاء  
والمتر و کین ابن حبان ۲/۲۷۰)

سند نمبر ۴۰: چالیسویں سند ترمذی کی جو شروع میں بیان ہوئی جس کی تائید میں یہ امتالیس سندیں پیش کیں۔ یہ سندیں کچھ مرفوع روایات کی ہیں۔ اور کچھ  
موقوف کی۔ اور متن موقوف الفاظ کے ساتھ مگر مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ اگر یہ سب اسناد ضعیف بھی ہوتیں تب بھی مل کر یہ حسن لغیرۃ بن جاتیں۔ اور مثل صحیح  
خود احکام حلال میں حجت ہو جاتی ہے۔ محدثین سے اس بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ ۳/۱۸ طبع ملتان میں ہے!

”تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن“ متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

۲۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں!

”تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن“ طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے  
ہیں۔ (اسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ ص ۲۴۶)

۳۔ فتح القدیر میں ہے!

”لو تم تضعیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق و کثرتها“ اگر سب کا ضعف ثابت بھی ہو جائے تاہم حدیث حسن ہوگی۔ کہ  
طرق متعدد و کثیر ہیں۔

۴۔ امام عبدالوہاب شعرانی المیزان الکبریٰ ۱/۶۸ میں فرماتے ہیں!

بے شک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے  
حجت مانا ہے۔ اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا۔ اس قسم  
کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کی سنن الکبریٰ میں بکثرت پائی  
جاتی ہیں جسے انھوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب  
پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف  
اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارہ  
وبالحسن اخری و هذا النوع من الضعیف  
یوجه کثیرا فی کتاب السنن الکبریٰ للبیہقی  
التي الفها بقصد الاحتجاج لا قوال الائمة واقوال  
صحابہم۔

۵۔ امام ابن حجر کی الصواعق المحرقة ص ۱۸۴ طبع ملتان میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے فرمایا!

”هذا الاسانید وان كانت ضعيفة لكنها اذا ضم بعضها الی بعض احدثت قوة“ یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر  
آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں!



یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب بلکہ حق کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔ (التعقیبات ص ۷۵)

المترک او المنکر اذا تعددت طرقه ارتقى الى درجة الضعیف الغریب، بل ربما ارتقى الى الحسن، مترک یا منکر کہ سخت قوی الضعیف۔

### حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متابعات و شواہد

روایت نمبر:-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے اور پھر ایسا نہ کرتے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۴ رقم الحدیث ۷۴۵ مترجم طبع فرید بک سٹال لاہور)

حدثنا محمد بن الصباح البزاز نا شريك عن يزيد ابن ابی زياد عن عبد الرحمن ابن ابی ليلى عن البراء ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود۔

اس روایت میں صرف یزید ابن ابی زیاد پر اعتراض ہے۔ لہذا اس کی توثیق ملاحظہ ہوتا کہ غلط فہمی رفع ہو جائے۔ یزید ابن ابی زیاد:-

(۱) امام ابن عجلی فرماتے ہیں کوئی ثقہ جائز الحدیث ہیں۔ (معرفۃ الثقات عجلی ۲/۳۶۴)

(۲) ابن شاہین نے انکو ثقات میں ذکر کیا۔ (الثقات رقم ۱۵۶۱)

(۳) احمد بن صالح نے بھی ثقہ فرمایا۔ (ثقات ابن شاہین)

(۴) یعقوب بن سفیان نے بھی ثقہ فرمایا۔ (تہذیب التہذیب البنایہ ۲/۲۹۵)

(۵) ابن سعد نے بھی ثقہ فرمایا۔ (طبقات الکبریٰ ۶/۳۶۰)

(۶) امام منذری فرماتے ہیں کہ علی بن عاصم کہتے ہیں کہ امام شعبہ نے مجھے کہا کہ جب میں یزید بن ابی زیاد سے حدیث لکھ لوں پھر کسی اور سے نہ لکھوں تو مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں۔۔۔ امام مسلم نے اس سے مقروناً روایت کی اور امام ترمذی نے انکی حدیث کو حسن کہا۔ (رجال المنذری مع الترغیب ۴/۳۶۲)

(۷) امام ترمذی نے انکی حدیث کو حسن فرمایا۔ (جامع ترمذی)

(۸) علامہ عینی نے انھیں ثقہ فرمایا۔ (البنایہ شرح ہدایہ للعینی ۲/۲۹۵)

(۹) امام ابوداؤد نے انکو ثبت فرمایا۔ (البنایہ ۲/۲۹۶)

(۱۰) امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں انکی حدیث روایت کی۔

(۱۱) امام ساجی نے فرمایا صدوق ہے۔ (البنایہ ۲/۲۹۶)

(۱۲) امام ابن حبان نے بھی صدوق فرمایا۔ (البنایہ ۲/۲۹۶، نصب الراية ۱/۴۰۳)

(۱۳) امام مسلم نے انکی حدیث اپنی صحیح میں روایت کی اور امام بخاری نے انکی حدیث کو شواہد میں ذکر کیا۔



(۱۴) علامہ ابن دقیق العید نے بھی اہل صدوق یعنی سچے راویوں میں شمار کیا۔ (الامام بحوالہ نصب الراية/۱/۴۰۲)

(۱۵) ابوالحسن نے انھیں جید الحدیث فرمایا۔ (نصب الراية/۱/۴۰۲)

(۱۶) امام ذہبی نے انکو حسن الحدیث فرمایا۔ (بحوالہ شذرات الذہب/۱/۱۰۶)

(۱۷) علامہ عراقی بھی انکو حسن الحدیث کہتے ہیں۔ (الدرایہ/۲/۶)

یزید بن ابی زیاد متفرذ نہیں:-

عیسیٰ بن عبد الرحمن اور حکم یزید کے متابع راوی ہیں۔ دیکھیے (ابوداؤد، طحاوی، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی، مسند ابی یعلیٰ وغیرہ میں)

یزید سے شریک بھی روایت کرنے میں اکیلا نہیں:-

شریک کے متابع راوی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اسماعیل بن زکریا (۲) علی بن عاصم (۳) شعبہ (۴) محمد بن ابی لیلیٰ (دارقطنی/۱/۲۹۳، ۲۹۴) (۵) اسرائیل بن یونس (خلائیات

بیہقی) (۶) سفیان ثوری (سنن بیہقی/۲/۱۱۷) (۷) محمد بن موسیٰ انصاری (التمہید/۹/۲۱۴) (۸) حمزہ الزیات (معارف السنن/۲/۴۸۹)

لہذا یہ روایت سنداً و متناً صحیح ہے۔ اور کم سے کم متابع ہونے کے لائق ہے۔ جو نہ مانے تو ضد کا علاج میرے پاس نہیں۔

روایت نمبر ۲:-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کی تو ہاتھوں کو کندھوں تک

اٹھایا اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کیا تو

رفع یدین نہیں کیا۔ اور نہ ہی دونوں سجدوں کے

درمیان۔ (۱) مسند حمیدی قلمی نسخہ دیوبند ص ۷۶ (۲) قلمی نسخہ

خانقاہ سراجیہ ص ۷۹ (۳) مسند حمیدی مطبوعہ بیروت ج ۲ ص

۲۷۷ رقم الحدیث ۶۱۴ (۴) (تقریب الاسانید و ترتیب المسانید

ج ۱ ص ۲۲) (۵) مسند حمیدی طبع مکتبۃ السلفیہ المدینہ المنورہ

السعودیہ العربیہ)

حد ثنا الحمیدی قال ثنا سفیان، ثنا الزہری قال

اخبرنی سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال رايت

رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حزو

منکبہ واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من

الركوع فلا یرفع ولا بین السجدةین۔

”نور العینین“ ص ۶۷ پر زبیر علی زئی نے بھی نسخہ سعیدیہ، نسخہ دیوبند نسخہ عثمانیہ پر یہ روایت مانی ہے۔

یہ روایت سنداً و متناً صحیح ہے اسکے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نسخہ ظاہریہ میں ”فلا یرفع“ نہیں۔ لہذا یہ روایت ترک رفع یدین کی نہیں۔

تو عرض ہے کہ یہ نسخہ ظاہریہ میں اگر ایسا ہے تو اسکے مقابلے میں تین قلمی نسخوں میں تو ہے۔ لہذا انکے مقابلے میں نسخہ ظاہریہ ہی غلط قرار پائے گا۔

کیونکہ مکتبہ ظاہریہ پہلے بھی کئی کتابوں میں تحریف کر چکا ہے۔ مثلاً کامل ابن عدی اور نسخہ طبرانی کبیر اور کتاب الضعفاء والمترکین دارقطنی میں تحریف ہوئی

ہے۔ اور یہ روایت ترک رفع یدین کی ہی ہے اسکی دلیل یہ بھی ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کی استاد محترم مولانا بدیع الدین سندھی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ!



”امام بخاری جب ثقہ کی حدیث پاتے تو اس کو درج فرماتے۔“ (جلاء العینین ص ۲۸) اور مولانا مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں کہ! ”امام بخاری جب حدیث کو امام حمیدی اپنے استاد سے پاتے تو اس سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ جیسا کہ تقریب ابن حجر میں ہے“ (تحفۃ الاحوذی ۳/۲۶۹) اسی طرح سند صحیح کے ساتھ ”مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۴۳۲“ پر یہ روایت موجود ہے۔ جو دارالمعرفۃ بیروت سے چھپی ہے۔ کیونکہ یہ روایت امام بخاری نے اپنی صحیح میں نہیں لکھی اگر یہ رفع یدین کرنے کی حدیث ہوتی تو اسکو اپنی صحیح میں ضرور لکھتے جیسا کہ پہلے کئی حوالہ جات سے بیان ہوا۔ لہذا یہ روایت درست اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبردست متابعت ہے۔

روایت نمبر ۳:-

حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز شروع فرماتے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہ کرتے۔ (خلائیات بیہقی بحوالہ الدرایہ ۱۵۲/۱)

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ عن عباد بن الزبیر ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه فی اول الصلوٰۃ ثم لم یرفہما فی شئی حتیٰ لفرغ۔

روایت نمبر ۴:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات پر۔ جب نماز شروع کی جائے اور جب مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا و مروہ پہاڑی پر کھڑا ہو اور عرفہ میں زوال کے بعد جب لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور جمرتین کی رمی کرتے وقت۔ (معجم طبرانی ۱۱/۳۰۴، ۳۰۵ بحوالہ نصب الراہیہ ۳۹۰/۱)

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا ترفع الایدی فی سبع مواطن حين يفتح الصلوٰۃ، وحين يدخل المسجد الحرام فينظر الى البيت وحين يقوم على الصفاء وحين يقوم على المروة وحين يقف مع الناس عشية عرفة و بجمع والمقامين حين يرمى الجمرۃ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت طبرانی ۱۱/۳۵۸ پر موجود ہے۔

## عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے متابع چند آثار

(۱)

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ! میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کو شروع کرتے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۷/۱ (۲) طحاوی ۱/۱۶۴)

ثنا ابن آدم عن ابن عیاش عن عبد الملك بن الجبير عن الزبير بن عدی عن ابراهيم عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شئی من الصلوٰۃ الا حين افتتح الصلوٰۃ۔

یہ روایت صحیح ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔



(۲)

وکیع عن ابی بکر بن عبد اللہ ابن قطاف  
النهشلی ثنا عاصم بن  
کلیب عن ابیہ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع  
یدیه فی اول تکبیرة من الصلوة ثم لا یرفع بعد۔

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ! بے شک  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں  
پہلی تکبیر کیساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے اسکے بعد رفع یدین نہ  
کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۶/۱ (۲) موطا امام  
محمد ص ۹۰ (۳) طحاوی ۱۶۳/۱ (۴) مسند امام زید بن علی ص

(۸۹)

یہ روایت بھی صحیح ہے۔ علامہ ماروینی فرماتے ہیں اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (جوہر النقی ۷۸/۲)

(۳)

ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد قال  
مارایت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتح۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ! میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی  
اللہ عنہ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ مگر نماز کے شروع  
میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۷/۱)

اور طحاوی شرح معانی الآثار ۱۶۳/۱ پر یہ سند یوں ہے۔ ”ثنا ابی داؤد ثنا احمد بن یونس ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن  
مجاہد“۔۔۔ موطا امام محمد ص ۹۴ پر یوں ہے۔ ”قال محمد نا محمد بن ابان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم رایت ابن عمر  
یرفع یدیه حذا اذنیہ فی اول تکبیرة افتتاح الصلوة ولم یرفعہما فی ماسوا ذلک“۔  
یہ سند بھی صحیح ہے۔

ان متابعات وشواہد سے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقویت واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

### حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور انکے جوابات

اعتراض نمبر ۱:۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب ”نور العینین ص ۱۱۹ تا ۱۲۳ میں جو اعتراضات کیے ہیں۔ انکا ان شاء اللہ ترتیب وار جواب دیا جائے گا۔ پہلا  
اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کو عبداللہ بن مبارک نے ”لم یثبت“ فرمایا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ لہذا یہ روایت قبول نہیں۔  
جواب۔ حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ خود ترک رفع یدین کے راوی ہیں جیسا پہلے اسناد میں بیان ہوا سند نمبر اسنن نسائی ج ۱ ص ۱۱۷ میں ہے جس کے صحیح  
ہونے میں شبہ نہیں سند یوں ہے۔ ”اخبیرنا سوید بن نصر حد ثنا عبد اللہ بن مبارک عن سفیان۔۔ الخ اسکی سند میں سب راوی ثقہ  
ہیں۔ پہلے راوی امام نسائی جسکے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں اسی طرح سوید بن نصر بھی ثقہ ہے۔ پہلی سند کے راویوں کے ترجمہ میں تمام راویوں کی توثیق ملاحظہ  
فرمائیں۔ اب جو خود راوی ہوا اور پھر وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ سند ثابت نہیں جو جرح کی سند ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں!

”حد ثنا بذالک احمد بن عبدۃ الأملی ثنا وہب بن زمعة عن سفیان بن عبد الملك عن عبد اللہ بن مبارک۔“

اس سند میں امام ترمذی کے استاد احمد بن عبدۃ کے حالات معلوم نہیں۔ یہ کب پیدا ہوا؟ کب فوت ہوا؟ آٹھویں صدی تک کسی محدث نے اسکی تعریف نہیں کی  
سوائے امام ذہبی کے انھوں نے اسکو صدوق کہا۔ دیکھیے (الکاشف ۲۳/۱ اور تہذیب ۱۵۹/۱ اور امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ! راوی کی توثیق جو صدوق



کے لفظ سے کی جاتی ہے اسکا درجہ ثقہ اور متقن کے الفاظ سے کم ہے۔ اور صدوق کے ساتھ ضعیف کا لفظ بھی مل سکتا ہے۔ جیسے امام ابو حاتم حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں لکھتے ہیں! ”صدوق لا یحتج بہ“ یہ صدوق ہے مگر اسکے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے ایسی گھٹیا درجہ کی سند سے رد کرنا اعلیٰ درجہ سند کو یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے پھر بھی حدیث کو حسن فرمایا اور دوسری بات یہ کہ عبداللہ بن مبارک کی جرح قولی حدیث پر ہے۔ اور ہم نے فعلی حدیث لکھی ہے۔ اگر بالفرض جرح صحیح بھی ہو تو قولی روایت پر ہے نہ کہ فعلی پر حالانکہ فعلی روایت کے عبداللہ بن مبارک خود راوی ہیں دیکھیے (نسائی ۱/۱۱۷) میں لہذا یہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہیں۔

اعتراض نمبر ۲:- امام شافعی علیہ الرحمہ نے اسکو رد کر دیا ہے یہ ثابت نہیں۔ (۱) شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۱/۱۵۸ (۲) سبل السلام (۳) فتح الباری۔

جواب۔ اس جرح کی سند منقطع ہے۔ ان میں کسی صاحب کی ملاقات ثابت نہیں۔ لہذا یہ جرح مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۳:- احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اسکو ضعیف کہا۔ التمهید ۹/۲۱۹۔

جواب۔ امام احمد نے صرف ”ثم لم یعد“ پر اعتراض کیا ہے اور باقی حدیث کو خود مسند احمد ۱/۳۸۸ ”فلم یرفع یدیه الامرة“ کے الفاظ سے روایت کیا اور یہ ہی الفاظ ہماری روایت کے ہیں۔ لہذا امام صاحب کا نام لیکر لوگوں کو دھوکہ دینا درست نہیں۔ اور نہ انھوں نے اس روایت و متن کو ضعیف کہا ہے۔ اگر اصل الفاظ لکھ دیتے تو لوگوں کو حقیقت کا پتہ چل جاتا لہذا صرف حوالہ دیا۔ اللہ تعالیٰ دھوکے بازوں سے محفوظ رکھے۔ یہ تو صحیح کہنے والوں میں ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:- ابو حاتم الرازی نے کہا کہ یہ حدیث خطا ہے کہ ثوری کو اس میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اسکو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کیساتھ بیان کیا کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی۔ پس ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ (علل الحدیث ۱/۹۶، نور العینین ۱۲۰، ۱۲۱)

جواب۔ یہ کہنا کہ عاصم بن کلیب سے ایک جماعت نے روایت تطبیق کی ہے غلط ہے۔ بلکہ عبداللہ بن ادریس کے علاوہ کسی نے بھی بیان نہیں کی۔ دوسری بات یہ غلط ہے کہ سفیان ثوری والی بات کسی اور نے بیان نہیں کی۔ سفیان کی طرح ابوبکر ہشلی اور ابن ادریس نے بھی بیان کیا ہے۔ دیکھیے (العلل الورودہ ۵/۱۷۱ تا ۱۷۳ طبع الریاض سعودی عرب) لہذا یہ جرح مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۵:- امام دارقطنی نے کہا ”لم یثبت“ یہ حدیث ثابت نہیں۔ (کتاب العلل لدارقطنی ۱/۳۴۶)

جواب۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ دارقطنی نے اپنی کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ بلکہ وہ کتاب العلل ۵/۱۷۱ طبع ریاض سعودی عرب میں فرماتے ہیں۔ ”انہ حدیث صحیح“ بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں! ”قال دارقطنی انہ صحیح“ دارقطنی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ (الدرایہ ۱/۱۵۰) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں ”واسنادہ صحیح“ (العلل الورودہ ۵/۱۷۱ طبع ریاض)۔ یہ تو اس حدیث کو صحیح کہنے والوں میں سے ہیں نہ کہ ضعیف کہنے والوں میں۔ اس روایت کی تصحیح کرنے والوں میں پیچھے دیکھ لیجیے۔

اعتراض نمبر ۶:- حافظ ابن حبان صاحب الصحیح نے کتاب الصلوٰۃ میں کہا کہ یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل کر دیتی ہیں۔ (تلیخیص الجبیر ۱/۲۲۲ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۱)۔

جواب پہلی بات تو یہ ہے کہ حافظ ابن حبان کی کتاب الصلوٰۃ نام کی کوئی کتاب نہیں۔ یہ سفید جھوٹ ہے اور اسکے سوا کچھ نہیں۔ دوسری بات اگر یہ جرح مان بھی لی جائے۔ تو جرح مبہم ہے۔ غیر مفسر ہے جسکا کوئی اعتبار نہیں۔ معلوم نہیں کہ ابن حبان کی جرح ابن مسعود کی کس سند پر ہے۔ لہذا مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۷:- امام ابوداؤد نے کہا! یہ حدیث مختصر ہے لمبی حدیث سے اور یہ اس لفظ پر صحیح نہیں۔ سنن ابی داؤد نسخہ حمیصہ ومشکوٰۃ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۱۔

جواب۔ شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد کے پاس جو دو نسخے ہیں۔ اسکا حوالہ زبیر علی زئی نے دیا۔ تو اس میں اس غیر مقلد نے تحریف کی ہے۔ اسی طرح ابن عبدالبر



کی التمہید میں غیر مقلد محشی نے تحریف کی ہے اور جو پہلے نسخے ابو داؤد کے ہیں ان میں یہ بات نہیں۔ ابن حجر عسقلانی تلخیص الجبیر میں نقل کرنے میں محتاط نہیں۔ ابن حجر خود فرماتے ہیں! میں اسپر راضی نہیں۔ اور ابو داؤد کی جرح براء بن عازب کی حدیث پر ہے نہ کہ حدیث ابن مسعود پر لہذا یہ اعتراض اور جرح باطل ہے۔

اعتراض نمبر ۸:- یحییٰ بن آدم ملاحظہ فرمائیں تلخیص الجبیر ۲۲۲/۱ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۲۔

جواب:- یحییٰ بن آدم نے بھی جرح نہیں کی ورنہ جرح کے الفاظ بیان کیے جاتیں۔ حالانکہ صرف امام احمد بن حنبل نے یوں فرمایا کہ! عبداللہ بن ادریس کی حدیث میں یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے نظر کی تو اس میں ”ثم لم يعد“ نہیں تھا۔ دیکھیے جزیع الیدین للبخاری۔ اب حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا یہ کہنا کہ امام احمد اور یحییٰ بن آدم کے یہ حدیث ضعیف ہے کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے۔ لہذا اصل بات قارئین کے سامنے ہے اور یہ حدیث بھی زبردست صحیح ہے۔

اعتراض نمبر ۹:- ابوبکر احمد بن عمر (و) المزار نے ”وهو حديث لا يثبت ولا يحتج به“ (یہ حدیث ثابت نہیں اور حجت نہیں ہے)۔ (التمہید ۲۲۱، ۲۲۰/۹)

جواب:- اس جرح کو امام بزار کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ محشی کہتا ہے کہ ”فی الاصل عمرو البراء والصواب ما اثبتہ“ (اصل میں عمرو البراء تھا اور وہ بہتر ہے جس کو میں نے بنایا۔ لہذا یہ سارا کارنامہ محشی کا ہے)۔ اصل انکی جرح یزید بن ابی زیاد کی روایت پر ہے۔ دیکھیے عمدۃ القاری للعنینی ۲۷۳/۵ اور تلخیص الجبیر ۲۲۱/۱ لہذا صرف دھوکہ ہے زبیر صاحب کا۔

اعتراض نمبر ۱۰:- محمد بن وضاح نے اس قسم کی حدیث کو ضعیف کہا۔ (التمہید ۲۲۱/۹ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۲)

جواب:- محمد بن وضاح کی جرح ”ثم لم يعد“ والی روایت پر ہے۔ مگر دوسری روایات اور خصوصاً جو میں نے روایت پیش کی ہے اس پر جرح نہیں۔ اور جو جرح کی ہے وہ بھی مبہم ہے۔ کیونکہ ضعیف ہے۔ اسکی کوئی دلیل نہیں دی۔ اور نہ اس جرح کی سند صحیح ثابت ہے۔ لہذا یہ جرح مردود ہے۔ اور میری پیش کردہ روایت صحیح ہے۔ ورنہ کوئی غیر مقلد ثابت کرے کہ میری پیش کردہ روایت پر محمد بن وضاح کی جرح ہے۔ لہذا یہ بھی زبیر صاحب کا دھوکہ ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:- امام بخاری نے بحوالہ تلخیص الجبیر ۱۲۲/۱ مجموع شرح المہذب نیز ملاحظہ فرمائیں جزیع الیدین للبخاری ص ۸۶ وغیرہ۔

جواب:- امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزیع الیدین جو بات لکھی وہ دوسری کتابوں میں نقل ہے۔ اور اصل کتاب جزیع الیدین ہی ہے۔ لیکن کتاب خود مشکوک ہے۔ اسکا راوی محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول ہے۔ اور یہ جھوٹ بھی بولتا ہے۔ امام بخاری کی طرف منسوب جزیع الیدین کی پہلی روایت محمود بن اسحاق الخزاعی نے یوں بیان کی ہے۔ ”اخبرنا اسماعیل بن ابی یونس حدثنی عبد الرحمن بن ابی الزناد۔ الخ حالانکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کا کوئی استاد بھی اس نام کا نہیں ملتا۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری پر بہتان ہے۔ پھر امام بخاری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جرح نہیں کی بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن آدم سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں نظر کی اس میں عاصم بن کلیب کی روایت ہے۔ جس میں ”ثم لم يعد“ کے الفاظ نہیں۔ اور یہ کوئی جرح نہیں۔ اگر انکی کتاب میں یہ بات نہیں لکھی تو کیا ہوا۔ اور اگر کوئی دوسرا یہ روایت کرے تو کیا معتبر نہ ہوگا۔ حالانکہ ابن ادریس کی روایت تو تطبیق والی ہے۔ اسپر قیاس کرنا کہاں درست ہے۔ لہذا نہ یہ جرح ہے اور نہ یہ حدیث ضعیف۔ یہ یار لوگوں کی قیاس آرائی اور دھوکہ دہی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:- یحییٰ بن معین واللہ اعلم نور العینین ص ۱۲۳۔

جواب:- یہ خالص جھوٹ ہے۔ اور جلاء العینین سے نقل ماری ہے۔ یحییٰ بن معین کی جرح انکی اپنی کسی کتاب میں بھی نہیں۔ لہذا یہ صرف تنگ بندی ہے۔ جو عوام



الناس پر رعب ڈالنے کیلئے کی گئی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:- ابن القطان الفاسی نے اس زیادت کو خطا قرار دیا۔ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۳۔

جواب:- ابن قطان نے حدیث کو صحیح فرمایا صرف زیادت پر بات کی۔ تو وہ درست نہیں کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو ہماری پیش کردہ روایت میں زیادت نہیں۔ اور پھر اصول یہ ہے کہ ثقہ زیادت کرے تو قبول ہے اور امام و کیج زبردست ثقہ ہیں۔ تو یہ زیادت بھی ثقہ۔ لہذا ان کے نزدیک بھی قبول ہے۔ امام بخاری ۲۰۱/۱ میں فرماتے ہیں کہ! ”و زیادة مقبولة اذا رواه اهل الثبت“ ابن حزم لکھتے ہیں! ”اخذ الزيادة واجب“ نیز لکھا! ”اخذ الزيادات فرض لا يجوز تركه“ (المحلی) امام نووی فرماتے ہیں! ”زیادة ثقہ وجب قبولها ولا ترد لنسيان او تقصير“ (شرح مسلم نووی)۔ زیادہ ثقہ قبول ہونے کے حوالے ملاحظہ ہوں۔ (نصب الراية ۱/۳۹، ۲۸۴، ۳۳۶، الجوهري النقي ۲/۱۵۵، مستدرک حاکم ۳/۱، قسطلانی شرح بخاری ۱/۸، تلخیص الجعیر، نزل الابرار ۱۲، دلیل الطالب ص ۲۷۰۔ لہذا یہ جرح مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶:- ابن الملقن نے ضعیف کہا۔ الحاکم بحوالہ حاشیہ جلاء العینین ص ۸۸ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۳ اور النووی بحوالہ حاشیہ ایضاً اور النووی کی الخلاصة بحوالہ نور العینین ص ۱۲۳۔

جواب:- یہ جرح غیر مفسر اور مبہم ہے۔ لہذا قبول نہیں۔ اور دوسرے سفیان ثوری کی تدلیس تو ان کے ترجمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ تدلیس کے حوالے سے۔ اور یہ کوئی جرح نہیں۔ اس لیے سفیان کی تدلیس محدثین نے قبول کی ہے۔ لہذا یہ صرف دھوکہ اور حدیث کو قبول نہ کرنے کے بہانے ہیں جو غیر مقلدین نے بنا رکھے ہیں۔ ورنہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ سند متن اور محدثین کی تصحیح اور شواہد و متابعات سے ملاحظہ فرمایا۔

اعتراض نمبر ۱۷، ۱۸:- دارمی، بیہقی نے ضعیف کہا ہے۔ بحوالہ تہذیب السنن ابن قیم بحوالہ نور العینین ص ۱۲۳۔

جواب:- حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن میں لکھا! ”ضعفه الدارمی و الدارقطنی و البیہقی“ حدیث ابن مسعود کو دارمی، دارقطنی، اور بیہقی نے ضعیف کہا ہے۔ حالانکہ تلخیص الجعیر ۱/۲۲۱ میں یزید بن ابی زیاد والی روایت کے بارے میں ہے ”ضعفه البخاری و احمد و یحییٰ و الدارمی و الحمیدی“ امام دارمی، دارقطنی اور بیہقی نے حدیث ابن مسعود کو ضعیف نہیں کہا۔ رہا تدلیس کا مسئلہ تو وہ سفیان ثوری کے ترجمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اسکا مکمل جواب موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۱۹:- محمد بن نصر المروزی بحوالہ نصب الراية ۱/۳۹۵ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۳۔

جواب:- یہ جرح غیر مفسر ہے۔ لہذا مردود ہے۔ جبکہ حدیث کی سند اور متن بالکل صحیح ہے۔

اعتراض نمبر ۲۰:- ابن قدامہ المقدسی نے کہا ضعیف المغنی ۱/۲۹۵ بحوالہ نور العینین ص ۱۲۳۔

جواب:- نصب الراية ۱/۳۹۵ پر بحوالہ العلل دارقطنی فرماتے ہیں۔ ”انه حديث صحيح الا هذا الفظة وكذا قال احمد بن حنبل۔ بے شک یہ حدیث صحیح ہے سوائے لفظ ”ثم لم يعد“ کے اور یہ بات احمد بن حنبل نے کہی ہے۔ جب احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں تو ابن قدامہ کے جرح کی کیا حیثیت ہے۔ اور پھر یہ جرح غیر مفسر ہے اور اگر ”ثم لم يعد“ کی وجہ سے ہے تو ہماری روایت ”ثم لم يعد“ کے بغیر ہے۔ لہذا جرح مردود ہے۔ اور پھر ”ثم لم يعد“ بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ اہل علم پر واضح ہے اگر کوئی حدیث ابن مسعود کی تمام اسناد کو سامنے رکھے اور بغیر تعصب کے فیصلہ کرے تو یقیناً اسکو یہ حدیث نظر آئے گی۔

اعتراض نمبر ۲۱:- ابن عبد البر بحوالہ مراعاة المفاتيح نقله من مسئلة رفع اليدين للشيخ عبد المنان ص ۱۷۔

جواب:- علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمہ کی طرف جرح کی نسبت کرنا درست نہیں۔ یہ صرف غیر مقلد کی کتاب سے نقل ہے۔ ورنہ انکی جرح کے اصل الفاظ بیان



کریں اور انکی اپنی کتاب کا حوالہ پیش کریں یا ناقل سے ابن عبدالبر تک سند اور متن پیش کریں۔ اور جرح مفسر ہو جبکہ ابن عبدالبر اپنی کتاب ”التمہید لما فی الموطا من المعانی ولا سانید“ ۲۱۲/۹ پر رفع یدین کی بحث میں فرماتے ہیں کہ!

واختلف العلماء فی رفع الیدین فی الصلوۃ  
فروی ابن القاسم وغیرہ عن مالک انہ کان یری  
رفع الیدین فی الصلوۃ ضعیفاً الا فی تکبیرۃ  
الاحرام وحدها وتعلق بهذه الروایۃ عن مالک  
اکثر المالکین۔

اور اختلاف کیا ہے علماء نے نماز میں رفع یدین کرنے کے متعلق  
پس روایت کی ابن القاسم نے اور ابن القاسم کے غیر نے بھی  
امام مالک سے بے شک امام مالک علیہ الرحمہ نماز میں رفع یدین  
کرنے کو ضعیف سمجھتے تھے۔ سوائے نماز شروع کرتے وقت کے  
رفع یدین اور اکثر مالکیوں نے امام مالک سے یہی بات کہی  
ہے۔

اسی طرح ابن رشد نے بدایۃ المجتہد ۱/۱۵۰ اور ابن القاسم نے المدونۃ ۱/۶۸ میں یہی بات لکھی ہے۔ لہذا امام مالک اور اکثر مالکیوں کے نزدیک تو  
یہ حدیث ثابت ہے اور اس پر عمل ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

اعتراض:- زبیر علی زئی غیر مقلد نور العینین ص ۱۲۲ پر دوسرا جواب کے ضمن میں لکھتے ہیں! اس روایت کا دارودار جناب سفیان علیہ الرحمہ پر ہے۔ جیسا کہ اسکی  
تخریج سے ظاہر ہے۔ جناب سفیان ثوری ثقہ حافظ عابد ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔

جواب:- حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ کی تدلیس کی بحث پچھلے صفحات میں انکے ترجمے میں ملاحظہ فرمائیے۔ زئی صاحب کے تمام شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔  
اعتراض:- ص ۱۲۸ پر لکھتے ہیں! سفیان ثوری اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع یدین کا ذکر نہیں۔ یہ روایت مجمل ہے اور اگر اسکو عام تصور کیا  
جائے تو پھر تاریکین رفع الیدین کا خود اس پر عمل نہیں۔

جواب:- یہ اعتراض اس بات کی دلیل ہے کہ زئی صاحب بھی اس روایت کو صحیح ماننے پر مجبور ہیں۔ مگر ذرا ضدی ہیں۔ رہا یہ شبہ ہم وتر اور عیدین میں رفع یدین  
کر کے اس روایت پر عمل نہیں کرتے۔ تو جناب وتر اور عیدین میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے انکا ترک ثابت نہیں۔ اسکے علاوہ  
باقی نمازوں میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا ترک ثابت ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں  
ملاحظہ فرمایا۔ لہذا جہاں نبی ﷺ اور انکے اصحاب رفع یدین کرتے ہیں۔ ہم بھی کرتے ہیں۔ اور جہاں وہ نہیں کرتے ہم بھی نہیں کرتے۔ یہ اعتراض تو جہالت  
کی دلیل ہے۔ یہاں بات عام نمازوں کی ہو رہی ہے نہ کہ وٹروں اور عیدین کی نمازوں کی۔ لہذا یہ صرف ہیرا پھیری کے سوا کچھ نہیں۔ غیر مقلدین حضرات جو  
وٹروں میں بعد از رکوع عام دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ کیا اس کے بارے میں زبیر علی زئی یا کسی غیر مقلد کے پاس کوئی ایک بھی صحیح  
صریح مرفوع حدیث ہے؟ اگر ہے تو ذرا دکھاؤ۔ ورنہ شور مچانا بند کرو۔

اعتراض:- نور العینین ص ۱۲۹ پر چوتھا جواب کے تحت لکھتے ہیں! اور یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں آتا۔  
جواب:- لیکن جناب ہماری بیان کردہ روایت اور دیگر صحابہ کی روایات سے صرف عدم ذکر بلکہ وضاحت موجود ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کیا اور پھر  
پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔ جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں ہے۔ اور جیسے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر رضوان  
اللہ تعالیٰ علیہم کی روایات میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ لہذا یہ صرف ٹیگ بندی ہے۔ جو جہالت اور صرف اپنے مخالف حدیث کو رد کرنے کا بہانہ ہے۔ ورنہ  
حدیث صحیح اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی کثرت کا اس پر عمل بھی حدیث کو تسلیم کرنے کی طرف راغب کرتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ کہ حدیث کے  
خادم بن کر حدیث کے انکار کی مہم چلانے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔



اعتراض:- سفیان کی حدیث میں نفی ہے۔ اور صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔ یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ جواب:- زیر علی زئی اور ان کے تمام ساتھی اس اصول پر اگر قائم رہیں گے۔ تو ذرا وہ سجدوں کے اثبات رفع الیدین جو سنن نسائی، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ، جز رفع الیدین للبخاری میں سند صحیح کے ساتھ روایات موجود ہیں۔ تو نفی کے مقابلے میں اثبات پر عمل کر کے دکھائیں۔ ان شاء اللہ وہاں یہ اصول یاد نہیں رہے گا۔ یہ درست ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ لیکن کب؟ اثبات نفی پر اس وقت مقدم ہوگا جبکہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو۔ جسکی نفی کی جارہی ہے۔ اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو۔ جیسا کہ اس جگہ ہے تو اثبات اور نفی کا حکم برابر ہوگا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی صحبت میں ہمیشہ رہے اور شاذ و نادر ہی آپ سے جدا ہوئے۔ حتیٰ کہ لوگ انھیں اہل بیت سے گمان کرتے تھے۔ لہذا انھیں حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں مکمل علم تھا۔ لہذا یہ اصول نہیں چلے گا اور یہ صرف دھوکہ ہے۔

اعتراض:- بعض علماء نے کہا کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ صرف ایک دفعہ رفع یدین کیا، بار بار نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ المصابیح ص ۷۷۔

جواب:- یہ اعتراض جو زیر علی زئی نے نور العینین ص ۱۳۰ پر چھٹا جواب کے تحت ذکر کیا۔ جب روایت میں یہ بات نقل نہیں اور نہ ہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین نے فرمائی بلکہ یہ صرف قیاس ہی قیاس ہے۔ اور نہ کوئی ایسا کرتا ہے بلکہ پوری نماز میں صرف ایک دفعہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اس کی صراحت حدیث میں ہے۔ لہذا یہ جواب صرف جواب ہی ہے اور کچھ نہیں۔

اعتراض:- زیر علی زئی نور العینین ص ۱۳۲ پر آخری بات کے ضمن میں لکھتے ہیں! حافظ ابن حزم علیہ الرحمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں المحلی میں لکھتے ہیں! ”یعنی اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہر جھکنے، بلند ہونے، تکبیر اور تمہید کے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔۔۔ انتہی۔ (المحلی ۸۸/۴)۔

جواب:- اس سے جو نتیجہ زیر صاحب نے نکالا ہے تو اس طرح انھوں نے اس حدیث کو آخر میں تسلیم کیا ہے۔ اگر اس حدیث کی کوئی حیثیت نہ ہوتی تو یقیناً رفع یدین فرض ہوتا۔ اور بالاتفاق آپ کے نزدیک بھی فرض نہیں۔ اور اگر فرض ہے تو ابن حزم کے مطابق ہر جھکنے بلند ہونے تکبیر اور تمہید کے وقت بھی رفع یدین فرض ہونا چاہیے جو آپ کے نزدیک فرض تو فرض، سنت تو سنت، بلکہ مستحب بھی نہیں۔ لہذا یہ صرف صفحات کا لے کرنے والی بات ہے۔ ورنہ ایک بھی صحیح، مرفوع، متصل، غیر معارض، غیر منسوخ جس میں نبی ﷺ کا آخری نماز تک یا ساری زندگی رفع یدین کرنے کا بیان ہو آپ کے پاس موجود نہیں۔ ورنہ پیش فرمائیں۔ اور خواہ مخواہ لوگوں کو تنگ نہ کریں۔ ورنہ فساد کو قتل سے زیادہ برا سمجھا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



اعتراض:- سفیان کی حدیث میں نفی ہے۔ اور صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔ یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ جواب:- زبیر علی زئی اور ان کے تمام ساتھی اس اصول پر اگر قائم رہیں گے۔ تو ذرا وہ سجدوں کے اثبات رفع الیدین جو سنن نسائی، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ، جز رفع الیدین للبخاری میں سند صحیح کے ساتھ روایات موجود ہیں۔ تو نفی کے مقابلے میں اثبات پر عمل کر کے دکھائیں۔ ان شاء اللہ وہاں یہ اصول یاد نہیں رہے گا۔ یہ درست ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ لیکن کب؟ اثبات نفی پر اس وقت مقدم ہوگا جبکہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو۔ جسکی نفی کی جارہی ہے۔ اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو۔ جیسا کہ اس جگہ ہے تو اثبات اور نفی کا حکم برابر ہوگا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی صحبت میں ہمیشہ رہے اور شاذ و نادر ہی آپ سے جدا ہوئے۔ حتیٰ کہ لوگ انھیں اہل بیت سے گمان کرتے تھے۔ لہذا انھیں حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں مکمل علم تھا۔ لہذا یہ اصول نہیں چلے گا اور یہ صرف دھوکہ ہے۔

اعتراض:- بعض علماء نے کہا کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ صرف ایک دفعہ رفع یدین کیا، بار بار نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ المصابیح ص ۷۷۔

جواب:- یہ اعتراض جو زبیر علی زئی نے نور العینین ص ۱۳۰ پر چھٹا جواب کے تحت ذکر کیا۔ جب روایت میں یہ بات نقل نہیں اور نہ ہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین نے فرمائی بلکہ یہ صرف قیاس ہی قیاس ہے۔ اور نہ کوئی ایسا کرتا ہے بلکہ پوری نماز میں صرف ایک دفعہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اس کی صراحت حدیث میں ہے۔ لہذا یہ جواب صرف جواب ہی ہے اور کچھ نہیں۔

اعتراض:- زبیر علی زئی نور العینین ص ۱۳۲ پر آخری بات کے ضمن میں لکھتے ہیں! حافظ ابن حزم علیہ الرحمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں الحلی میں لکھتے ہیں! ”یعنی اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہر جھکنے، بلند ہونے، تکبیر اور تمہید کے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔۔۔ انتہی۔ (الحلی ۸۸/۴)۔

جواب:- اس سے جو نتیجہ زبیر صاحب نے نکالا ہے تو اس طرح انھوں نے اس حدیث کو آخر میں تسلیم کیا ہے۔ اگر اس حدیث کی کوئی حیثیت نہ ہوتی تو یقیناً رفع یدین فرض ہوتا۔ اور بالاتفاق آپ کے نزدیک بھی فرض نہیں۔ اور اگر فرض ہے تو ابن حزم کے مطابق ہر جھکنے بلند ہونے تکبیر اور تمہید کے وقت بھی رفع یدین فرض ہونا چاہیے جو آپ کے نزدیک فرض تو فرض، سنت تو سنت، بلکہ مستحب بھی نہیں۔ لہذا یہ صرف صفحات کا لے کرنے والی بات ہے۔ ورنہ ایک بھی صحیح، مرفوع، متصل، غیر معارض، غیر منسوخ جس میں نبی ﷺ کا آخری نماز تک یا ساری زندگی رفع یدین کرنے کا بیان ہوا آپ کے پاس موجود نہیں۔ ورنہ پیش فرمائیں۔ اور خواہ مخواہ لوگوں کو تنگ نہ کریں۔ ورنہ فساد کو قتل سے زیادہ برا سمجھا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



## حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر عمل کرنے والے صحابہ کرام:

- (۱) خود عبداللہ بن مسعود (۲) حضرت ابو مسعود انصاری (۳) حضرت ابوبکر صدیق
- (۴) حضرت عمر بن خطاب (۵) حضرت عبداللہ بن عمر (۶) حضرت علی
- (۷) حضرت براء بن عازب (۸) حضرت ابو ہریرہ (۹) حضرت عباد بن زبیر
- (۱۰) عبداللہ بن زبیر (۱۱) حضرت ابو حمید ساعدی (۱۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری
- (۱۳) حضرت انس (۱۴) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۵) جابر بن سمرہ اور بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی روایات نقل نہ ہو سکیں۔

اس کے ثبوت کے لیے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں:

جامع ترمذی، مصنف ابن ابی شیبہ، شرح معانی الآثار للطحاوی، موطا امام محمد، مسند حمیدی، مسند احمد کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ، دارقطنی، سنن الکبریٰ، بیہقی، صحیح ابن عوانہ وغیرہ

## امام ترمذی کا فرمان:

امام ترمذی حدیث ابن مسعود لکھ کر فرماتے ہیں!

وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب  
النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واهل  
الکوفۃ۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

اسی طرح امام ابو حنیفہ، امام مالک، حنفی و مالکی حضرات، امام محمد بن حسن، امام ابی یوسف، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اصحاب، امام وکیع، ابراہیم نخعی، علقمہ، اسود، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، تابعی کبیر امام شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ حضرت خثیمہ، حضرت ابواسحاق سبیمی، حضرت ملا علی قاری، حضرت بدرالدین عینی، حضرت داتا گنج بخش ہجویری، حضرت معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی اور بہت سے محدثین و مفسرین و فقہاء کرام جنہوں نے اس حدیث پر عمل کر کے ثابت کیا کہ یہ صحیح حدیث ہے ملاحظہ فرمائیے درج ذیل کتب!

موطا امام محمد، جز رفع یدین للبخاری، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابی حنیفہ بطریق حارثی، سنن ترمذی، کشف المحجوب، اشعۃ اللمعات، عمدۃ القاری شرح بخاری، مرقات وغیرہا۔

## فقہاء کا ترک رفع یدین پر اجماع:

امام طحاوی فرماتے ہیں!

حضرت ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں میں نے کسی فقیہ کو کبھی بھی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

حدثنی ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال  
ثنا ابوبکر بن عیاش قال مارأیت فقیہا قط یفعلہ  
یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الاولیٰ۔ (شرح معانی  
الآثار للطحاوی مترجم ۱/۴۶۸۔ طحاوی شریف عربی ۱/۲۲۸ برقم



۱۲۶۳ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت

## آخری بات

مسلمانوں کے اندر جس بات پر اتفاق ہوا اسکو پکڑ لینا اور اختلاف سے بچنا یہی حق ہے۔ اور جس معاملہ پر امت کا تعامل ہو اس پر عمل کرنا یہی افضل ہے۔ اسی مسئلہ رفع یدین کو لیجئے تکبیر تحریمہ پر رفع یدین کرنا اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ اس بات میں کسی بھی گروہ فرقہ یا مسلک کا اختلاف نہیں چاہے وہ غیر مقلد ہو، شیعہ ہو، حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی ہو حتیٰ کہ جتنے فرقے ہیں اسکا تکبیر تحریمہ کیساتھ رفع یدین کرنے پر اتفاق ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

لم یختلفوا ان رسول الله  
ﷺ کان یرفع یدیه حین  
یفتح الصلوۃ  
اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی  
ﷺ نماز کے شروع میں رفع  
یدین کرتے تھے۔

لہذا امت کا تعامل اور اتفاقی مسئلہ کو قبول کرنا چاہیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار آحاد کو توارث سے معارض ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا اور ان تمام مواقع میں سے صرف اس رفع یدین کو اختیار فرمایا جو اسناداً متواتر ہے۔ اور جسے توارث کی تائید حاصل ہے یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا کیونکہ کوفہ میں اصحاب علی رضی اللہ عنہ اور اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرتے تھے جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے محمد بن نصر مروزی کے حوالہ سے لکھا ہے! ”لا نعلم مصرًا من الامصار ترکوا رفع الیدین باجماعهم عند الحفض والرفع الا اهل کوفہ“۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۰) اس طرح مدینہ میں اور مکہ میں بھی رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے اور یہی وہ توارث ہے اور اس روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ لہذا اتفاق پر عمل کرنا چاہیے اور اختلاف سے بچنا چاہیے۔ اللہ رب العزت اتفاق پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ابواسامہ ظفر القادری بکھروی (بی اے)

فاضل علوم اسلامیہ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



## ”حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح کہنے والے محدثین وحوالہ کتب“

نمبر شمار	معدل	ثبوت تعدیل
1	امام ترمذی	جامع ترمذی ۱۹۲/۱ مترجم
2	امام دارقطنی	العلل الورده ۵/۱ تا ۳۱۷ طبع ریاض
3	ابن حزم	المحلی ۳/۳ التعليقات سلفیہ ۱۰۳
4	امام ابن قطان	الدرایہ ۱۵۰/۱ تنزیہ الشریعہ ۱۰۰/۲
5	امام اعظم ابو حنیفہ	مسند امام اعظم ص ۸۹ مترجم، فتح القدير ۱/۲۱۹ طبع مصر، الروضة الندیہ ۱/۹۵
6	امام مالک	زرقانی شرح موطا بحوالہ حاشیہ التمہید ۹/۲۶۸
7	امام احمد بن حنبل	العلل دارقطنی بحوالہ نصب الراية ۳۹۵/۱
8	علامہ ابن دقیق العید	الامام بحوالہ نصب الراية ۳۹۵، ۳۹۴/۱
9	علامہ زیلعی	نصب الراية ۱/۳۹۶
10	علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی	الجوہر النقی علی البیہقی ۲/۷۸
11	علامہ جلال الدین سیوطی	الکالی المصنوعة ۲/۱۹
12	علامہ احمد شا کر (غیر مقلد)	حاشیہ ترمذی احمد شا کر ۲/۴۱
13	سید ہاشم عبداللہ یمانی	حاشیہ الدرایہ ۱/۱۵۰
14	شعیب ارناؤوط	شرح السنة ۳/۲۴
15	زہیر الشاولیش (غیر مقلد)	ایضاً
16	عبدالقادار الارناؤوط	جامع الاصول ۵/۳۰۲



17	امام ابوداؤد	ابوداؤد ۱/۱۱۶
18	امام منذری	مختصر منذری ۱/۳۶۷
19	امام طحاوی	شرح معانی الآثار ۱/۴۱۰
20	ملا علی قاری	الموضوعات الکبریٰ ص ۳۵۴
21	ناصر الدین البانی (غیر مقلد)	مشکوٰۃ بتحقیق البانی ۱/۲۵۴، صحیح ترمذی البانی
22	عطاء اللہ امرتسری (غیر مقلد)	التعلیقات سلفیہ ۱/۱۲۳
23	علامہ دکتور طاہر محمد درویری	تخریج احادیث المدونہ ۱/۴۰۳
24	عبید اللہ سندھی (غیر مقلد)	مرعاة شرح مشکوٰۃ ۲/۲۹۳
25	عبدالحی لکھنوی	حاشیہ موطا امام محمد ص ۸۹
26	علامہ محمد خلیل ہراس (غیر مقلد)	حاشیہ المحلی ابن حزم
27	ابن قیم	تہذیب السنن مع مختصر السنن ۱/۱۴۶
28	علامہ ہاشم سندھی	کشف الرین مترجم ص ۵۶
29	امام نیوی	توضیح السنن شرح آثار السنن ۱/۴۶۲ مترجم، آثار السنن مترجم ص ۵۰ طبع لاہور
30	امام بخاری	جز رفع یدین مترجم ص ۵۷

اس روایت پر کسی محدث نے غیر مبہم، مفسر، صحیح سند کے ساتھ ہو، جو معتبر ہو غیر متعلق نہ ہو اور قابل قبول ہو جرح نہیں فرمائی۔ اور جو بظاہر اس روایت پر کلام ہوا۔ وہ غیر مفسر، غیر متعلق، مبہم اور ناقابل قبول ہے۔ لہذا مردود ہے۔ اعتراضات کے جوابات میں اسکا رد ملاحظہ فرمائیے۔



## مسئلہ رفع یدین کے متعلق کھلا خط بنام چودھری ابوطاہر محمد زبیر علی زئی بمقام حضور و علاقہ چھ ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کا رسالہ ”نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین عند الركوع و بعدہا فی الصلوٰۃ پڑھا۔ بڑے شوق سے خریدا۔ اور بڑی عقیدت سے مطالعہ کیا۔ مگر مندرجہ ذیل بعض باتیں واضح نہ ہو سکیں۔

۱۔ اہل سنت و جماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ مانتے ہیں۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع (۴) قیاس جبکہ اہل حدیث حضرات صرف دو دلائل مانتے ہیں۔ (۱) قرآن (۲) حدیث۔ لیکن آپ نے ان دونوں دلائل کے خلاف تحریر فرمایا کہ ”اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع ہے۔“ (ص ۱۳۸، ۱۴۰) گویا نہ آپ اہلسنت رہے اور نہ اہل حدیث۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے

آدھا تیرا آدھا بٹیر والی مثال بالکل آپ پر پوری آگئی

۲۔ یہ تو پہلے ہی ہمیں یقین تھا کہ آپ لوگوں کا دین کامل نہیں ہے۔ نہ آپ لوگوں کی نماز مکمل ہے۔ آپ مکمل نماز کی ترتیب آج تک قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکے اور نہ ہی آپ لوگوں کی نماز جنازہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ یہ مسئلہ رفع یدین جس پر ملکہ و کٹورہ سے لیکر آج تک دن رات ایک سو سال تک محنت فرمائی اس میں بھی آپ کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا احساس ہے۔۔۔۔۔ آپ کے پورے رسالے میں ایک بھی حدیث ایسی نہیں جس میں آپ کے مکمل عمل کا حکم نبی اقدس ﷺ نے دیا ہو۔ یا رسول اللہ ﷺ یا عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک نے فرمایا ہو۔ کہ جو اس طرح نماز نہیں پڑھے گا اسکی نماز باطل اور بے کار ہوگی۔ اور مقبول نہیں ہوگی۔

۳۔ آپ کے رسالے کے مطالعہ سے یہ پتہ چلا کہ احادیث رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں قسم کی احادیث موجود ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل سنت و جماعت حدیث کے مقابلے میں امام کے قول کو مانتے ہیں یہ بات یقیناً غلط ہے۔

۴۔ آپ کے رسالہ کا خلاصہ یہ ہے۔ رفع یدین کرنے کی دس حدیثیں صحیح اور ترک رفع یدین کی تمام حدیثیں اور آثار ضعیف اور باطل ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے دونوں دعوؤں کو کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں کیا۔ آپ کے نزدیک دلیل شرعی تین ہیں۔ قرآن، حدیث اور اجماع۔ لیکن نہ تو آپ نے قرآن سے ثابت کیا کہ رفع یدین کی حدیثیں صحیح اور ترک رفع یدین کی حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور نہ ہی آپ نے یہ بات نبی پاک ﷺ کے فرمان عالیشان سے ثابت کی۔ اور نہ ہی اس پر اجماع امت ہوا۔ بلکہ آپ نے صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے! ”حدیث کی تصحیح اور تضعیف کا دار و مدار محدثین کے الہام پر ہوتا ہے“ جبکہ باجماع امت الہام دلائل شرعیہ میں سے نہیں ہے جن کے الہام آپ نے نقل کیے ہیں۔ انکا ملہم ہونا بھی کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ مرزا قادیانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ! ”میں اپنے الہام سے جس حدیث کو چاہوں رد کر دوں اور جس کو چاہوں قبول کروں“ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کسی دلیل شرعی سے رفع یدین کی احادیث کی صحت اور ترک رفع یدین کا ضعف ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔

۵۔ آپ نے اپنے دعویٰ پر الہامی صحت کے بل بوتے پر دس روایات نقل ہیں۔ جن میں نو احادیث میں رفع یدین قضیہ شخصہ ہے۔ اور ایک یثرب قضیہ مہملہ ہے۔ جس میں جزئیہ یقینی مراد ہے۔ اور تکرار مشکوک المراد جو کسی دوسری دلیل کا محتاج ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ رسول اکرم ﷺ نے زندگی بھر ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔ جس کو دس راویوں نے بیان کیا۔ اسکے بعد رفع یدین کرتے رہے یا چھوڑ دیا۔ اس سے حدیث بالکل خاموش ہے۔ البتہ قیاس کی گھٹیا ترین قسم استصواب



حال کے مطابق کہا جاسکتا ہے۔ کہ شاید آپ کرتے رہیں ہوں گے۔ لیکن یہ قیاس ان تمام احادیث و آثار کے خلاف ہے جن کے ضعف پر الہام کے علاوہ آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اور الہام یقیناً حجت شرعیہ نہیں۔

۶۔ آپ کے رسالے سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آپ نقلیات میں صرف الہام کے پابند ہیں۔ مگر عقل کا جو ہر لطیف شاید خدا کی طرف سے آپ کو عنایت ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ نے اپنے دعویٰ پر نامکمل قضیہ تشبیہ پیش کیا ہے۔ یا قضیہ مہملہ، جس کا حدیث ترک رفع یدین سے کوئی تعارض ہی نہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ اور کبھی کانوں تک۔ یہ دونوں قضیہ مہملہ ہیں۔ جس کا آپ نے بھی تعارض نہیں مانا۔ تعارض تو تب ہوتا جب آپ اپنے دعویٰ میں قضیہ کلیہ پیش کرتے کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے۔

۷۔ آپ کے رسالہ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رفع یدین کی احادیث کی صحت یا ترک رفع یدین کی احادیث کا ضعف یقیناً کسی دلیل شرع پر مبنی نہیں ہے۔ حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ اگر مسئلہ کتاب و سنت سے نہ ملے تو مجتہد کو اجتہاد کا حق ہے۔ اور غیر مجتہد اس کی طرف رجوع کرے۔ اس لیے میں نے مجتہد اعظم امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کر کے رفع یدین ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ کسی دلیل شرعی سے نہ دوام ثابت کر سکے نہ اس کا حکم حدیث پاک سے دکھا سکے اور نہ رفع یدین کے بغیر نماز کا باطل ہونا قرآن، حدیث، اور اجماع سے ثابت کر سکے۔

آخر میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کے رسالہ سے یہ بات درجہ یقین کو پہنچ گئی کہ رفع یدین کے مسئلہ میں آپ دلائل شرعیہ سے ایسے عاری ہیں جیسے گدھا سینگوں سے۔

دعا فرمائیں۔ آپ کے رسالہ کے مطالعہ کی برکت سے جو میں نے رفع یدین چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین! ثم آمین۔

فقط آپ کا خیر اندیش

ابوزیر محمد عبداللہ سلفی

نوٹ۔ خط کا جواب جلدی ارسال فرمائیں۔ جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔

بحوالہ۔ تجلیات صفحہ ۲ ص ۵۲۴ تا ۵۲۷